جنازے کے احکام ومسائل

اور

بدعات جنازہ

تالیف

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

ناشر

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس، کھیڈ، رتنا گیری

جنازے کے احکام ومسائل

اور

بدعات جنازہ

تالیف

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

تقدیم

محمد مقیم فیضی

ناشر

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس، کھیڈ، رتنا گیری

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۶

کتاب کا نام	:	جنازے کے احکام ومسائل اور بدعات جنازہ
تالیف	:	عبدالواحد انور یوسفی الاثری
سن اشاعت	:	۲۰۱۲ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
ایڈیشن	:	پہلا
صفحات	:	۱۹۲
کمپوزنگ	:	روز آرٹ 8080429084
طابع	:	آفرین آرٹس 9819189965

زیر نظر کتاب کا خرچ الحاج احمد داؤد سروے نے اپنے والد الحاج داؤد یعقوب سروے کے ایصال ثواب کے لئے برداشت کیا ہے، قارئین ان کے حق میں دعا کریں۔

ملنے کا پتہ

۱- مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس، کھیڈ۔ رتناگری-۴۱۵۷۲۷

۲-بیت السلام کمپلیکس، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، رتناگری-۴۱۵۷۰۹

3- Ahmed Dawood Surve

Dion Shlter Chs.Ltd.

B/209, Nehru Nagar, Kurla(E)

Mumbai-400024

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

☆☆☆☆☆☆

عرض ناشر

''میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوکر میت کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنا سنت ہے۔ یہ مسئلہ تو آج تک ہمیں کسی نے بتایا ہی نہیں، یہ سنت ہے تو یہاں (سونس میں) سنت کے جانکار علماء اور دیگر دین پسند حضرات بھی موجود ہیں کسی نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا......''

۲۶/دسمبر ۲۰۰۸ء کو جامع مسجد سونس میں مولانا اشفاق سنابلی صاحب کے خطبۂ جمعہ کے بعد لوگوں میں اس طرح کے سوالات گردش کرنے لگے۔ قصۂ مختصر یوں ہے کہ ماہ دسمبر ۲۰۰۸ء کو جامع مسجد سونس کے امام وخطیب مولانا ندیم محمدی اپنی شادی کے لئے رخصت پر جاچکے تھے ان کی جگہ پر عارضی طور سے مولانا اشفاق سنابلی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے انہی ایام میں سونس گاؤں کی ایک معمر ترین اور باوقار شخصیت جناب داؤد یعقوب سروے (فوجدار) کا انتقال ہوگیا ان کے صاحبزادے الحاج احمد داؤد نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی دوسرے دن امام مسجد نے خطبۂ[1] جمعہ میں اس پہلو پر لوگوں کی توجہ مبذول کراتے ہوئے

---

(۱) خطبۂ جمعہ مقامی زبان دینے کا یہی فائدہ ہے کہ ہفتہ بھر میں پیش آنے والے مسائل کا شرعی حل امام مسجد خطبۂ جمعہ میں پیش کرسکتا ہے اور حالات حاضرہ پر نظر رکھ کر امت کی صحیح رہنمائی کرسکتا ہے صرف عربی خطبۂ جمعہ سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا بلکہ سامعین تمام تر فوائد سے محروم رہتے ہیں۔

فرمایا، یہ دیکھ کر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ میت کی تدفین کے بعد قبر پر استقامت کی دعا نہیں کی گئی جو کہ سنت رسول سے ثابت ہے اس کا یہ اثر ہوا کہ مذکورہ بالا سوالات لوگوں میں سر اٹھانے لگے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے کہ اس مسئلے کو آج تک کسی نے بیان ہی نہیں کیا دور جانے کی ضرورت نہیں مسجد میں بعد نماز عصر پڑھی جانے والی امام نووی رحمہ اللہ کی مایۂ ناز کتاب ''ریاض الصالحین'' دیکھ لیجئے جو مسجد میں کئی بار مکمل پڑھی جا چکی ہے اس میں وہ مشہور حدیث بھی موجود ہے جس میں بعد تدفین ثابت قدمی کی دعا کرنے کا حکم موجود ہے، حلقۂ درس میں بیٹھنے والوں نے اسے ضرور سنا ہوگا مگر المیہ یہ ہے کہ پوری آبادی میں سے بیس فیصد ۲۰٪ لوگ بھی پابندی سے نماز نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں وہ بھی پابندی سے حلقۂ درس میں نہیں بیٹھتے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے مسائل کے سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے علماء سے کما حقہ استفادہ نہیں کرتے۔

گاؤں گاؤں کا دورہ کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ائمہ ودعاۃ کو کھل کر دینی مسائل پر بولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ بعض جماعتیں (ٹرسٹ بورڈ) علماء وائمہ کو اپنے اشارے پر چلاتی ہیں اور صلح کل کی دہائی دیتے ہوئے شرک وبدعت پر امام صاحب کو خاموش رہنے کا حکم دیتی ہیں، امام کی عام باتوں کو لوگ خود پر چسپاں کر کے امام پر تنقید کرنے لگتے ہیں گاؤں کی سیاسی رقابت کی مار بھی امام صاحب ہی پر پڑتی ہے آبائی رسم ورواج کے خلاف بولنے یا اصلاح کرنے پر بجائے اصلاح کے الٹے امام کو انتباہ اور وارننگ دی جاتی ہے پھر بھی قابل مبارکباد ہیں وہ علماء ودعاۃ جو مطعون ومجبور ہونے کے باوجود اپنا فریضہ ضرور ادا کرتے ہیں۔ ائمہ مساجد کا جو مقام ہے افسوس انہیں وہ مقام نہیں دیا جاتا، اگر کسی امام نے بعد تدفین میت کی ثابت قدمی کا مسئلہ نہیں اٹھایا تو وہ مطعون ہے اور سیکڑوں مسائل سے اس نے خبردار کیا تو بجائے عمل کے اس کی مخالفت کی گئی اسے خاموش رہنے کی تلقین کی گئی اور خود اسے نصیحت کی گئی کہ مولانا حکمت سے کام لیجئے

حالانکہ ایک مومن کی شان تو ہے کہ جب اسے علم ہو جائے کہ اس مسئلے یا معاملے میں سنت یہ ہے تو اس کو فوراً ''آمنا وصدقنا'' کہہ کر مان لینا چاہئے چاہے وہ مسائل موت ومیت کے تعلق سے ہوں یا شادی بیاہ کے تعلق سے ہوں بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر ہر معاملات میں علماء کی طرف رجوع ہو کر سنت تلاش کرنی چاہئے۔ضرورت ہے کہ ائمہ مساجد کو دینی سربراہی دی جائے دینی معاملے میں اور متولیان مسجد کے بجائے امام مسجد سے رجوع کیا جائے انہیں اختیار دیا جائے اور حل مسائل کے لیے وہ اپنی ذمہ داری نبھائیں اور قرآن وحدیث کے حوالوں سے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کریں۔

اللہ کی طرف سے ہر کام کا اپنا ایک وقت مقرر ہے وہ اسی وقت ہوگا اللہ اس کے ذرائع اور اسباب پیدا کر دے گا قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہوں نے خطبۂ جمعہ کے بعد اس طرح کے سوالات اٹھائے جس سے اس کتاب کے لکھے جانے کی تحریک ملی۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کے ذمہ داروں سے تبادلۂ خیالات کے بعد یہ طے پایا کہ ''جنازہ کے احکام ومسائل اور بدعات جنازہ'' پر مشتمل ایک کتاب تیار کی جائے جس میں غسل میت، تجہیز وتکفین اور تدفین کے مسائل عام فہم انداز میں مدلل لکھے جائیں ایصال ثواب کے مشروع اور غیر مشروع طریقوں سے عوام کو آگاہ کیا جائے نیز موقع ومحل کے اعتبار سے بدعات جنازہ پر نکیر بھی کی جائے۔اسی موقع پر میں نے حاجی داؤد یعقوب رحمہ اللہ کے فرزند الحاج احمد داؤد سروے کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم اس موضوع پر ایک کتاب تیار کرتے ہیں جسے آپ اپنے والد کی طرف سے صدقۂ جاریہ کے طور پر چھپوانے کا خرچ برداشت کریں موصوف نے اسے بلا تامل منظور کر لیا۔

ادارہ نے یہ ذمہ داری مولانا عبدالواحد انور یوسفی کو تفویض فرمائی اور وہ کتاب کی تیاری میں پوری دلجمعی اور تندہی کے ساتھ لگ گئے لیکن اللہ کی مرضی کے بہر حال ہم پابند ہیں کچھ حالات اور حادثات کی وجہ سے اس کی تکمیل میں بہت تاخیر ہوئی۔

کتاب اپنے موضوع پر بہت جامع اور عام فہم ہے ہر مسئلہ کو آسان زبان میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اس کتاب پر معروف عالم دین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق نائب ناظم فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے نظر ثانی فرمائی ہے اور مقدمہ بھی لکھا ہے موصوف علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں، کتاب وسنت پر گہری نظر رکھتے ہیں اور دعوتی وعلمی میدان کا اچھا تجربہ بھی رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس کتاب پر فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے بھی نظر ثانی کر کے اپنے تاثرات لکھے ہیں ہم ان دونوں حضرات کے ممنون ومشکور ہیں اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کے علم وتدبر میں برکت دے اور ہمیں مزید استفادہ کا موقع دے۔

آخر میں جملہ قارئین سے التماس کرتا ہوں کہ آپ، مولف، ناشر اور کتاب کی اشاعت کا خرچ برداشت کرنے والی شخصیت الحاج احمد داؤد سروے کے حق میں دعا کریں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی اشاعت کو ''داؤد یعقوب سروے'' کے لئے ایصال ثواب کا ذریعہ بنائے، ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

آمین تقبل یا رب العالمین.

خادم العلم والعلماء

محمد مقصود علاؤالدین سین

ناظم

مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخریۃ

سونس، کھیڈ، رتناگری

عرض مؤلف

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی دو بہترین صفتیں بیان فرمائی ہیں کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (آل عمران:۱۱۰) تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے واسطے پیدا کیا گیا ہے بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

ان ہی دونوں صفتوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے مومن مرد اور مومنہ عورتوں کو ایک دوسرے کا دوست قرار دیا۔ ارشاد ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (التوبہ:۷۱) اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر باعتبار علم وطاقت امت مسلمہ کے ہر مرد اور عورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطيع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان.

(مسلم کتاب الایمان)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی منکر کام دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو اسے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔

اپنے گھر اور گاؤں میں اپنے احباب اور حلقۂ اثر میں جہاں آدمی سختی اور طاقت کا استعمال کرسکتا ہے وہاں اسے ضرور کرنا چاہئے ہاتھ اور زبان سے منکر کے ازالے کی تدبیر کرنی چاہئے ملک، شہر، قصبہ جہاں مختلف ادیان کے حاملین رہتے ہیں وہاں بھی ہمیں اپنے اسلامی بھائیوں کی فکر کرنی چاہئے فرد اور گاؤں کی اصلاح سے پورے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے مگر ایمانی کمزوری کہیں یا مصلحت بینی اور رواداری کہ برائیوں پر نکیر بالکل معدوم ہے بروقت نصیحت سے لوگ کتراتے ہیں اور امت مسلمہ کی اکثریت اسی برائی میں ملوث ہے بروقت اصلاح و نصیحت سے گریز اور برائیوں سے چشم پوشی سے سماج میں برائیاں زیادہ پنپ رہی ہیں۔

افسوس! آج برائی کو برائی کہنے والے افراد بھی معاشرے میں موجود نہیں ہیں بلکہ برائی کے سیلاب میں ہر کوئی بہتا جا رہا ہے دل سے برائی کو برا سمجھنے والوں کا بھی قحط ہے ایسے ماحول میں جبکہ لوگ برائیوں کو فیشن کے طور پر اپنا رہے ہوں انہیں برائیوں سے روکنا بڑا مشکل کام ہے لیکن اللہ کی ذات سے ہم مایوس نہیں ہیں کیونکہ مایوسی کفر ہے ہم علماء امت مسلمہ کے قائدین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ جمعہ کے خطبوں میں شرک وبدعت، فواحش ومنکرات، بے عملی اور بداعتقادی پر خاطر خواہ روشنی ڈالیں اور مقامی زبان میں وعظ ونصیحت فرمائیں جو خطبۂ جمعہ کے مقاصد سے پوری طرح ہم آہنگ ہے تو یقیناً معاشرے سے برائیوں کا استیصال ہوسکتا ہے مسلم معاشرے پر پھر ایمان کی بہاریں آسکتی ہیں۔

کچھ الحاد پرست اور روشن خیال ہر معاشرے اور ہر گاؤں میں ہوا کرتے ہیں جو نکیر پر چیں بہ

جبیں ہو جاتے ہیں اور امام مسجد کی کردار کشی پر اتر آئے ہیں، اماموں کو کسی ملامت گر یا بیجا ناقد کی پروانہ کرتے ہوئے منبر رسول سے کلمۂ حق بلند کرنا چاہئے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔

سونس گاؤں میں دسمبر ۲۰۰۸ء کو ایک معمر ترین باوقار شخصیت داؤد یعقوب سروے (فوجدار) کا انتقال ہو گیا ان کے چھوٹے صاحبزادے حاجی احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی گاؤں کے تمام لوگ کفن دفن میں برابر شامل رہے۔

دوسرا دن جمعہ کا تھا ممبئی سے آئے ہوئے عارضی امام مولانا اشفاق احمد سنابلی صاحب نے خطبہ جمعہ میں فرمایا ''مجھے یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ میت کی تدفین کے بعد قبر پر استقامت کی دعا نہیں کی گئی جو سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے''۔

اس بروقت اظہار حقیقت نے بڑا کام کیا ادھر ادھر سوالات سر اٹھانے لگے، کچھ لوگوں نے تو کہا کہ یہ مسئلہ تو آج تک کسی نے بتایا ہی نہیں، کسی نے کہا یہ سنت ہے تو یہاں سنت کے جانکار علماء موجود ہیں، انہوں نے اس پر عمل کیوں نہیں کروایا وغیرہ وغیرہ۔

مسجد میں حلقۂ درس میں بیٹھنے والوں کے سامنے اس کی وضاحت کی گئی اور بتایا گیا کہ یہ پیش آمدہ مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ اسے چھپا کر رکھا گیا ہے، دیکھئے یہ یحیٰی بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ کی کتاب ریاض الصالحین ہے جس سے کئی سالوں سے استفادہ کیا جارہا ہے قصے اور کہانیوں کی کتاب فضائل اعمال کی تدریس جب سے بند ہوئی ہے یہی کتاب زیر درس ہے، دیکھئے اس میں ابوداؤد کے حوالہ سے یہ روایت **عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه وقال استغفروا لاخیکم واسالوا له بالتثبت فانه الان یسال۔** (ریاض الصالحین اردو ۱/۷۲۹) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو اور اس

کے لئے (منکر نکیر کے سوال وجواب میں) ثابت قدمی کی دعا کرو اس لئے کہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔

یہ روایت ابوداؤد کتاب الجنائز باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف''میں موجود ہے۔

قبر پر فرداً فرداً میت کے حق میں دعاء استقامت کا حکم خود نبی ﷺ کا ہے جس سے انکار کی جرأت بھلا کون سا مسلمان کر سکتا ہے مگر المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے دینی احکام ومسائل میں بہت سی رسومات اور بدعات کو شامل کر لیا ہے جس کی وجہ سے سنتیں مسلم معاشرہ سے غائب ہوگئی ہیں زیر بحث مسئلہ بھی اسی سے دوچار ہے۔

مسلمانوں میں الفاتحہ کی بدعت نمودار ہوئی تو بہت سے سنتیں ناپید ہوگئیں میت کی تدفین کے بعد قبر پر الفاتحہ والی بدعت آئی تو دعا استقامت والی سنت ناپید ہوگئی۔

الحمدللہ میں اہل حدیث گھرانے میں پیدا ہوا اور ان بدعتوں کی پہلے کوئی واقفیت نہیں تھی لیکن جامعہ اثریہ مئوناتھ بھنجن سے فراغت کے بعد ۱۹۷۶ء میں بطور معلم کوکن میں آیا تو میں نے دیکھا کہ قبر پر تثبیت کے بجائے الفاتحہ کی رسم ہے اور قدم قدم پر بدعات ہی کی حکمرانی ہے اور وہ بھی بدعات پر شافعیت کی مہر لگی ہوئی ہے جبکہ سچ یہ ہے کہ ناصر الحدیث امام الشافعی رحمہ اللہ کا دامن ان تمام بدعات وخرافات سے پاک ہے مگر شافعیت کے نام پر یہاں ہر بدعت کو راستی حاصل ہے۔

ایسے ماحول میں دعوت وتبلیغ کا کام آسان نہ تھا مگر اللہ کی توفیق اور اس کے فضل وکرم سے میں نے خود کو بدعات سے الگ تھلگ کر لیا اور خالص اسلام کی دعوت موقع بہ موقع پیش کرتا رہا۔

قبرستان میں مٹی ڈالنے کے بعد میں خود وہاں سے ہٹ جاتا تھا تا کہ الفاتحہ میں شرکت نہ ہو۔

آہستہ آہستہ بہت سے لوگ مٹی دے کر چلے جانے لگے اور الفاتحہ کے لئے مخصوص قرابت دار ہی بچتے تھے اور سب کو الفاتحہ بھی نہیں آتی تھی رفتہ رفتہ قبر پر جاری الفاتحہ رخصت ہوگئی مگر سنت کو رائج کرنے کی جرأت وفکر بھی کوئی نہیں کر سکا۔ اتفاق سے مولانا سنابلی صاحب آئے اور انہوں نے

خطبۂ جمعہ میں اسے چھیڑ کر بروقت ایک مستحسن اقدام کیا فجزاہ اللہ جزاء حسنا۔

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ناظم مرکز اور اراکین مرکز کے سامنے یہ تجویز آئی کہ جنازہ کے احکام ومسائل پر مشتمل ایک کتاب شائع کیا جائے جس میں جنازے کے احکام ومسائل کو مدلل بیان کیا جائے اور اس میدان میں جو بدعات ہیں ان کی نشاندہی بھی کی جائے اس کی قباحت کو واضح کیا جائے، ساتھ ہی ساتھ یہ خوشخبری بھی تھی کہ حاجی داؤد یعقوب سروے کے ورثاء اسے اپنے خرچ پر شائع کر کے تقسیم کریں گے تاکہ مسلمانوں میں اسلام خالص کی تعلیمات کو فروغ دیا جاسکے اور ان کے ایصال ثواب کے لئے ایک جائز اور مستحسن شکل کو رواج بھی دیا جاسکے۔

مرکز کے ممبران نے "جنازے کے احکام ومسائل اور بدعات جنازہ" پر مشتمل مدلل ومبرہن کتاب مرتب کرنے کی فرمائش کی اور میں نے کافی محنت اور تگ ودو کرتے ہوئے مئی ۲۰۰۹ء تک تدفین کے مسئلہ تک کتاب مرتب کرلی اور سالانہ رخصت پر گھر چلا گیا لیکن جب واپس آیا تو کمیٹی نے کھیڈ میں بیت السلام کمپلیکس میں مختلف شعبہ جات کے قیام اور وہاں میری منتقلی کا فیصلہ کرلیا۔ اس طرح ۲۲/جولائی ۲۰۰۹ء کو میں اپنے ایک معاون حیدر علی سلفی کی معیت میں سونس سے کھیڈ آ گیا کچھ کتابیں اور کچھ الماریاں بھی وہاں سے کھیڈ لائی گئیں۔

لیکن مراجع ومصادر کی عربی کتابیں سونس سے نہیں لائی جاسکیں ان وجوہات کی بناء پر مذکورہ کتاب پر کام نہ ہوسکا اور کافی تاخیر ہوگئی۔

اللہ کے فضل وکرم سے فروری ۲۰۱۱ء میں ممبئی سے پچیس الماریاں منگائی گئیں اور پھر سونس سے مراجع ومصادر اور دیگر کتابیں لائی گئیں کام آگے بڑھانے کے آثار نظر آئے مگر اسٹاف کی کمی سد راہ بن گئی اور میں مئی کے بالکل آخر میں حسب معمول گھر چلا گیا اور جولائی شروع ہوتے ہی آ گیا

اور جب رمضان کا مہینہ نمودار ہوا تو جنازے والی ادھوری کتاب کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا اور الحمد للہ ماہ رمضان میں اس کی تکمیل بھی ہوگئی۔

زیر نظر کتاب کی تیاری قدیم وجدید علماء محققین کی تحقیق سے بھرپور رہنمائی حاصل کی گئی خصوصاً شیخ ناصر الدین البانی کی کتاب "احکام الجنائز وبدعها" نیز شیخ عبد الرحمن مبارکپوری کی کتاب ''کتاب الجنائز'' کو بھی سامنے رکھا گیا ہے اور ہر مسئلے پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے کو کن میں پائی جانے والی بدعات کی نشاندہی کی گئی ہے تاہم تمام تر بدعات سے واقفیت نہیں ہوسکی ہے کیونکہ الگ الگ علاقوں میں الگ الگ بدعات پائی جاتی ہیں ہم ممنون ومشکور ہیں فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ کے جنہوں نے اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی ہے اور اپنے گرانمایہ مشوروں سے نوازا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

تحقیق مسائل اور حوالجات کے نقل کرنے میں کافی دھیان سے کام لیا گیا ہے تاہم سہو ونسیان سے کوئی شخص مبرا نہیں ہے، اہل علم سہو ونسیان اور لغزش پر مطلع فرمائیں تو ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اصلاح وتدارک کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نفع بخش بنائے اس کے مؤلف، ناشر اور دیگر معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین تقبل یارب العالمین

والسلام

عبد الواحد انور یوسفی الاثری

مدیر

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ

سونس، کھیڈ، رتناگری

حرفِ چند

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد

انسان دنیا کی رنگینیوں اور مسائل میں ایسا الجھ کر رہ گیا ہے کہ اس کو بہت سی حقیقتوں اور انجام کو جاننے کے بعد بھی ان کی پرواہ نہیں، وہ غافل ہے بلکہ اکثر سرکش نظر آتا ہے ﴿وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:۱۴)

جیسے مسئلہ موت ہے ہر شخص موت کی حقانیت کا قائل ہے کہ موت اس کو آکے رہے گی کسی بھی وقت آسکتی ہے لیکن موت ایمان اور اطاعت الٰہی پر آئے اس کی فکر کم ہی بندگان رب کو ہوتی ہے موت کے بعد کے مرحلوں کو سوچنے والے اور بہتر انجام کے لئے تیاری کرنے والے خال خال نظر آتے ہیں جبکہ دین اور دنیا کی بھلائی اور اصلاح کے لئے اللہ کی ملاقات اور آخرت کی یادیں، بڑی موثر ترین ہیں ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب:۲۱)

اور نبی ﷺ نے فرمایا "**کفی بالموت واعظا**"

اسی طرح یہ بھی ایک المیہ ہے کہ دین پسند مسلمانوں میں بھی بمشکل تمام پانچ فیصد لوگ نہیں مل سکیں گے جو جنازے کے مسائل سے آگاہ ہوں۔ وفات سے تدفین تک کے مسائل کماحقہ جانتے ہوں۔ یہ مسئلہ گاؤں گاؤں شہر کے محلہ محلہ تک عام ہے جب کسی بستی میں کوئی موت ہوتی ہے تو نظر

دوڑائی جاتی ہے کہ شرعی غسل کون دے سکے گا۔ کفن کا کپڑا کون تیار کرنا جانتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایسے حالات میں شدید ضرورت ہے کہ جنازے کے مسائل کو بالتفصیل بیان کیا جائے اس کے مسنون طریقوں کو عام کیا جائے۔ جابجا اس کی عملی تربیت بھی ہوتا کہ جس طرح دین پسند لوگ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے مسائل کو عموماً جانتے ہیں ایسے ہی جنازے کے مسائل اور مسنون شکلوں کو بھی جانیں اور اس میں درآئے رسوم بدعات وخرافات سے بھی آگاہ ہوں تاکہ ان سے بچ سکیں۔

اللہ جزائے خیر دے مرکز الدعوۃ الاسلامیہ کے ذمہ داران وقائمین کو جنہوں نے اس ضرورت کا بھی احساس کیا اور یہ مختصر تحقیقی کتاب ہمارے سامنے پیش کیا جیسے وہ مختلف مسائل پر اہم علمی کتابیں اور رسالے تیار کراتے رہتے ہیں۔

اگرچہ اس موضوع پر کئی اہل علم کی کتابیں موجود ہیں لیکن مزید ضرورت تھی کہ اس طرح کی کتاب تیار ہو جو عوام وخواص سب کے لئے مفید ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ جنازے کے مسائل سے لاعلمی ختم ہو۔

زیر نظر کتاب کے مؤلف حضرت مولانا عبدالواحد انور یوسفی صاحب حفظہ اللہ ایک معتبر محترم علمی شخصیت ہیں انہوں نے پوری کوشش کر کے کتاب کو مفید سے مفید تر بنایا ہے اللہ انہیں مزید توفیق دے اور ان کے کام علم اور بیان میں برکت عطا فرمائے۔ اور مرکز کے ارکان اس کے معاونین اور اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والے سبھی حضرات کو اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر بدلہ دے اور اپنی رحمت ونصرت کا مستحق بنائے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم

اخوکم فی الدین

عبدالسلام سلفی

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

مُقدمۃ

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الامين وعلى آله الطيبين وعلى اصحابه الغرالميامين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين امابعد.

زیر نظر کتاب ''جنازے کے احکام ومسائل اور بدعات جنازہ'' مولفہ مولانا عبدالواحد انور یوسفی حفظہ اللہ موضوع اور متعلقہ فرعی مسائل پر ایک متوسط جامع اور دلائل سے مزین عمدہ تالیف ہے جس کا اندازہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں اگرچہ اس کتاب کو میں بہت باریک بینی کے ساتھ نہیں پڑھ سکا تاہم جس حد تک مطالعہ کر سکا ہوں اسے زبان وبیان اور حسن ترتیب اور دلائل سے مزین پایا۔ کتاب میں جگہ بہ جگہ مروجہ بدعات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جس نے کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے، اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ مہد سے لحد تک ہی نہیں بلکہ بیشتر اور بعد کے احکامات پر بھی اپنے ماننے والوں کی واضح رہنمائی کرتا ہے اور انہیں ایک روشن شاہراہ پر گامزن رہنے کا پورا پورا سامان فراہم کرتا ہے اور زیغ وضلال کی ٹھوکروں سے انہیں مامون کر دیتا ہے بس شرط یہ ہے کہ آدمی ان تعلیمات کو مضبوطی کے ساتھ اپنی زندگی میں داخل کرلے جو کتاب وسنت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں اور منہج سلف کے مطابق انہیں کو اپنا رہنما قرار دے لے اور رجال کے آراء واوہام اور ان کی ساختہ وپرداختہ بدعتوں پر مطلق دھیان نہ دے جو زندگی کو بیجا مشقت میں ڈال کر اللہ سے دور کر دیتی ہیں اور امید وثواب میں آدمی گناہوں کے

ایسے بھنور میں پھنس جاتا ہے جس سے مرتے مرتے بھی چھٹکارا نہیں ملتا ہے، مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ انحرافات ان کے یہاں موت اور قبروں سے متعلق ہی پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس بات میں انہوں نے یہود ونصاری کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس موضوع کے تمام پہلوؤں کو دلائل کی روشنی میں اجاگر کیا جائے اور اس کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی جائے تاکہ متلاشیان حق کی صحیح رہنمائی ہو سکے اور جو شخص کتاب وسنت اور منہج سلف کی مطابق اپنی زندگی کے تمام مسائل میں حق کا پیرو کار بننا چاہتا ہو اسے تشنگی کا احساس نہ ہو الحمد للہ اس کتاب نے متعلقہ مسائل میں اس ضرورت کی تکمیل کی جانب ایک اہم پیش قدمی کی ہے، مولف ایک کہنہ مشق صاحب قلم اور علم دوست شخصیت ہیں، بحث وتحقیق کے خوگر ہیں اس سے پہلے بھی ان کی کئی عمدہ اور مفید تالیفات منظر عام پر آچکی ہیں۔اس کتاب میں بھی انہوں نے قدیم وجدید محققین اور نامور اہل علم کی کاوشوں سے بھر پور استفادہ کیا ہے اور اپنے قارئین کے لئے بہت قابل اعتماد مواد جمع کر دیا ہے جس کے لئے وہ تمام علم دوست افراد کے شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے اور مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس کھیڈ رتنا گری کے ذمہ داران کو بھی بہترین بدلہ عنایت فرمائے جو وقتاً فوقتاً ایسی عمدہ کتابیں منظر پر لا کر امت مسلمہ کی اہم ترین ضرورتوں کی تکمیل کرتے رہتے ہیں۔

تقبل الله مساعيهم وجهودهم ولاحدمنا الاجر والمثوبة۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

محمد مقیم فیضی

ہیڈ شعبۂ اسلامیات اقرا انٹرنیشنل اسکول، ممبئی

سابق نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

دنیا کی بے ثباتی ونا پائیداری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَكُمْ أَیُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ﴾ (الملک:۱-۲)[1]

دنیا ہم انسانوں کے لئے دار العمل ہے لیکن دنیا اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے اس فنا پذیر دنیا میں ہم چند دن کے مہمان ہیں ورنہ ہماری آخری اور ابدی منزل تو آخرت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں جگہ جگہ اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی چندروزہ ہے اور اس کے بالمقابل آخرت کی زندگی ہے جو بہتر اور باقی رہنے والی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالآخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی﴾ (النساء:۷۷)

اے نبی ﷺ فرمادیجئے کہ دنیا کی متاع تو بہت تھوڑی ہے اور آخرت کی زندگی ان لوگوں کے لئے بہت اچھی اور بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یوں آشکارا فرمایا:

﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَیْرٌ وَأَبْقٰی ﴾ (الاعلیٰ:۱۶-۱۷)

لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقا والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چندروزہ زندگی کو مثالوں سے واضح فرمایا اور سمجھایا ہے تا کہ انسان عقل وشعور سے کام لے اور اس کی حقیقت کو سمجھ سکے، ارشاد فرمایا:

﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

---

(۱) بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے اور وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔

الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيماً تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِراً ٥ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَاباً وَخَيْرٌ أَمَلاً﴾ (الکہف: ۴۵-۴۶) ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال (بھی) بیان کرو جیسے پانی، جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کا سبزہ ملا جلا (نکلا) ہے پھر آخرکار وہ چورا چورا ہو جاتا ہے جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ مال واولاد تو دنیا ہی کی زینت ہے اور (ہاں) البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور (آئندہ کی) اچھی توقع کے بہت بہتر ہیں۔

اس آیت میں دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو کھیتی کی ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے کہ کھیتی میں لگے پودوں اور درختوں پر جب آسمان سے بارش برستی ہے تو پانی سے مل کر کھیتی لہلہا اٹھتی ہے، پودے درخت حیات نو سے شاداب ہو جاتے ہیں لیکن پھر ایک وقت آتا ہے کہ کھیتی سوکھ جاتی ہے، پانی کے عدم دستیابی کی وجہ سے یا فصل پک جانے کے سبب، تو پھر ہوائیں اس کو اڑائے پھرتی ہیں ہوا کا ایک جھونکا کبھی اسے دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب جھکا دیتا ہے۔ دنیا کی زندگی بھی ہوا کے ایک جھونکے یا پانی کے بلبلے یا کھیتی ہی کی طرح ہے جو اپنی چند روزہ بہار دکھا کر فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ (احسن البیان: ۸۱۴)

دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ اور مثالیں اللہ تعالیٰ نے متعدد سورتوں میں بیان فرمائی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: یونس: ۲۵، الزمر: ۲۱، العنکبوت: ۳۰، فاطر: ۵، بنی اسرائیل: ۱۸، حدید: ۲۰ وغیرہ

نبی رحمت ﷺ نے بھی دنیا کی بے ثباتی کو مختلف مثالوں سے واضح فرمایا ہے تاکہ مسلمان ہوشیار رہیں اور دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ نے ایک بار وصیت فرمائی: اے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما! دنیا میں ایسے رہو یا ایسی زندگی گزارو جیسے کہ تم اجنبی اور مسافر ہو۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک چٹائی

پر لیٹے ہوئے تھے جب آپ اٹھے تو آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشانات نظر آ رہے تھے، ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) اگر ہم لوگ آپ کے لئے ایک اچھا سا بستر تیار کر لیں تو کیا اچھا ہوتا، آپ اس پر آرام فرماتے، آپ ﷺ نے جواب دیا:

مجھے دنیا سے کیا نسبت و تعلق، میں تو دنیا میں ایسے ہوں جیسے کہ ایک مسافر گرم دن میں ایک درخت کے سایہ کے نیچے آرام و سایہ حاصل کیا اور پھر چلتا بنا۔ (ترمذی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی رحمت ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ جب میں اس پر عمل کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنا محبوب بنا لے اور لوگوں کی نظر میں بھی میں پسندیدہ ہو جاؤں، فرمایا کہ دنیا کی طلب و حصول سے بے رغبت ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو موجود ہے اس سے بے رغبت و بے نیاز ہو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (ابن ماجہ)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ دنیا ان لوگوں کا گھر ہے جن کا کوئی گھر نہیں اور دنیا ان کی دولت ہے جن کے پاس کوئی مال و دولت نہیں اور دنیا کی خاطر ذخیرہ اندوزی وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں عقل و شعور نہیں۔ (مسند احمد)

ان حدیثوں میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دنیا چند روزہ ہے، اس لئے ایک سمجھدار آدمی اس کی حقیقت سمجھے اور اسے بقدر ضرورت ہی استعمال کرے بلکہ دنیا سے بے رغبت و بے نیاز ہو کر اپنے اصلی مسکن کو بنانے اور سنوارنے میں حتی المقدور سعی تام کرتا رہے اور چند روزہ بہار پر اپنا دائمی عیش و آرام قربان نہ کرے۔

اگر ہم دنیا اور امور دنیا پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو اس کی حقیقت خود بخود کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کی ہر ہر چیز فنا پذیر ہے، انسان پیدا ہوتا ہے پلتا بڑھتا جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے بڑھاپا آتا ہے اور پھر وہ ایک قصۂ پارینہ بن جاتا ہے۔

بارش ہوتی ہے، کھیتیاں لہلہاتی ہیں، باغوں میں بہار رقص کرتی ہے، پھول کھلتے ہیں، مرجھا

جاتے ہیں، ایسا موسم بھی آتا ہے سارے پتے درخت سے جھڑ جاتے ہیں اور پھر فصلیں تیار ہوتی ہیں، پودے سوکھتے ہیں، درخت کٹ جاتے ہیں ہر ایک شئے اپنی فنا کی داستان سنا رہی ہے۔

آدمی دولت مند ہے، بادشاہ ہے، صاحب اقتدار ہے بالآخر اس کی کہانی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ایک شاعر نے کیا خوب کہا ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
دنیا نے کس کا راہ وفا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

قرآن واحادیث کے واضح دلائل اور مشاہدے کی روشنی میں دنیا کی بے ثباتی اور اس کی اصل حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں سے محفوظ رکھے اور اس کے فتنے سے بچائے۔آمین، تقبل یارب العالمین.

موت ایک اٹل حقیقت

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس کا انکار ایک ملحد اور دہریہ بھی نہیں کر پاتا کیونکہ روزمرہ کی زندگی میں بار بار انسان اپنے ہاتھوں سے کتنوں کو دفن کرتا ہے اور کاندھا دیتا ہے جس میں اپنے بھی ہوتے ہیں اور بیگانے بھی۔ یہ مشاہدہ ہر انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ موت کو مانے اور تسلیم کرے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾ (الانبیاء:۳۵)

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلاَّ مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ (آل عمران:۱۸۵)

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، بس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو بیشک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے۔

مذکورہ دونوں آیتوں میں اس اٹل حقیقت کا بیان ہے کہ موت سے کسی کو مفر نہیں بادشاہ ہو بڑا ہو، غرضے کہ جو بھی جاندار ہے، متنفس ہے اسے موت سے ہمکنار ہونا ہے اور جب وہ موت کی گھڑی آ پہنچتی ہے تو اس میں ایک لمحے کا بھی فرق نہیں ہوتا، قرآن ناطق ہے:

﴿فَإِذَا جَاء أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (النحل:۶۱)

جب ان کا وہ وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک ساعت نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

موت ہر حال میں اپنے وقت پر ہی آتی ہے کبھی ایک نوجوان تندرست، صحت مند منٹوں میں موت کی آغوش میں جا پہنچتا ہے اور کبھی بستر مرگ پر پڑا ہوا زندگی سے بالکل مایوس آنکھیں کھول دیتا ہے، دوبارہ اس کی صحت عود کر آتی ہے اور پھر پہلے ہی کی طرح وہ ہشاش بشاش زندگی گزارنے لگتا ہے یہ سب قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے اور کائنات کی ایک ایک چیز میں اس کا فیصلہ گردش کر رہا ہے، سچ فرمایا رب کائنات نے:

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاء وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاء وَتُعِزُّ مَن تَشَاء وَتُذِلُّ مَن تَشَاء بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيَّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (ال عمران ۲۶-۲۷)

آپ کہہ دیجئے: اے اللہ! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس

سے چاہے سلطنت چھین لے۔ اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزیاں دیتا ہے۔

انسان اپنی زندگی کی بقا کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے وسائل واسباب تلاش کرتا ہے، حکماء و اطباء سے رجوع ہوتا ہے مگر اس کی ساری تگ و دو اور تدبیریں اس کی معینہ عمر میں اضافہ نہیں کرسکتیں نہ اس کی کھوئی ہوئی صحت بحال کرسکتی ہیں، نا امیدی اور مایوسی کے لمحات میں اگر کسی طرح کی کوئی توقع اور امید ہوتی ہے تو وہ صرف رب کائنات سے ہوتی ہے کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس مشکل گھڑی میں بھی اسی سے نیک امیدیں وابستہ رکھنی چاہیۓ۔

ایک جگہ انسانوں کو متنبہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (المؤمنون:۱۱۵)

کیا تم یہ گمان کیۓ ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ (النساء:۷۸)

تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی گو تم مضبوط قلعوں میں محصور ہی کیوں نہ ہو۔

منکرین حق کے عقیدے کے بطلان کو واضح کرتے ہوئے رب کائنات نے فرمایا:

﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ○ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ○ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَكِن لَّا تُبْصِرُونَ ○ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ○ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (الواقعہ:۸۳-۸۷)

پس جب روح نرخرے تک پہنچ جائے اور تم اس وقت آنکھوں سے دیکھتے رہو، ہم اس شخص

سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹاؤ۔

کفار و مشرکین جو نبی ﷺ کی موت کے متمنی تھے اور کہا کرتے تھے کہ ایک دن وہ مر جائیں گے ان کو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِکَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (الانبیاء:۳۴)

آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہمیشگی نہیں دی کیا اگر آپ مر گئے تو وہ ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿إِنَّکَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ (الزمر:۳۰)

یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔

مذکورہ دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت تو ہر انسان کو آنی ہے اور اس اصول سے یقیناً محمد ﷺ بھی مستثنیٰ نہیں کیوں کہ وہ بھی انسان ہی ہیں اور ہم نے کسی انسان کے لئے بھی دوام اور ہمیشگی نہیں رکھی ہے لیکن کیا بات کرنے والے اور محمد ﷺ کی موت کا انتظار کرنے والے خود نہیں مریں گے، یقیناً نبی ﷺ پر بھی موت طاری ہوگی اور یہ کفار و مشرکین بھی موت سے دو چار ہوں گے موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾
(الرحمٰن:۲۶-۲۷)

زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔

اس فنا پذیر دنیا میں انسان چند دن کا مہمان ہے نہ جانے کس وقت اچانک موت کا فرشتہ آ پہنچے اور اس جسد خاکی سے روح نکال کر اسے بے حیثیت بنا دے، اس لئے ہر انسان کو اپنے

انجام کی فکر ضرور رکھنی چاہئے، موت سے غافل رہنا کسی ہوشیار آدمی کا کام نہیں آدمی جس قدر موت کو یاد کرے گا دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو گی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بڑے دلنشین انداز میں بیان فرمایا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! لذتوں کو ختم کرنے والی چیز موت کو یاد کیا کرو۔ (ترمذی)

موت کو یاد کرتے رہنے سے کافی حد تک انسان برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور نیکیوں کی طرف اس کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ ایک مرد مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ موت کو ہمیشہ یاد کرتا رہے اور دنیاوی زندگی پر فریفتہ نہ ہو عمر خواہ کتنی ہی لمبی کیوں نہ مل جائے بالآخر اسے موت سے دوچار ہونا ہے اور جو عمر ملی ہے اس کو غنیمت سمجھتے ہوئے وہ اعمال سرانجام دے جو موت کے بعد اس کے لئے سودمند ثابت ہو سکے۔

آخر میں ہم موت کے سلسلے میں ایک دلچسپ لیکن صحیح واقعہ نقل کرتے ہیں جو کافی سبق آموز ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت انسانی شکل میں آیا اور کہا کہ اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہیے، موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی، فرشتہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا اے رب کریم! تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیج دیا جو مرنا نہیں چاہتا اور اس نے طمانچہ مار کر میری آنکھ پھوڑ دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کی بینائی واپس کر دی اور کہا کہ میرے بندے کے پاس دوبارہ جاؤ اور اس سے کہو زندگی چاہتے ہو تو اپنے ہاتھ کو بیل کے پیٹھ پر رکھو تو جتنے بال کو تمہارے ہاتھ چھپالیں (یعنی ہتھیلی کے نیچے آجائیں) ہر بال کے عوض ایک سال کی زندگی پاؤ گے، موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ فرشتہ نے جواب دیا پھر اس کے بعد تم اس دنیا سے انتقال کر جاؤ گے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے ایک پتھر پھینکنے کی مسافت کی دوری پر یعنی ارض مقدس کے قریب مجھے وفات دیدے،

چنانچہ ان کی وہیں پر وفات ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو ان کی قبر دکھاتا جو راستہ کے پاس سرخ ٹیلہ کے پاس موجود ہے۔ (مسلم)

اس واقعہ سے دنیا کی بے ثباتی کا پتہ چلتا ہے نیز کسی کو لمبی عمر مل جائے تو بھی بالآخر اسے موت سے دوچار ہونا ہی ہے کیوں کہ ہر متنفس پر موت کا آنا یقینی ہے اس سے کسی جاندار کو چھٹکارہ نہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے

آج وہ کل ہماری باری ہے

جب دنیا کی زندگی چندروزہ ہے اور موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جسے نہ جھٹلایا جاسکتا ہے نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے تو بہتری اسی میں ہے کہ موت کو ہر وقت یاد رکھیں، ہمارے اسلاف موت کو کثرت سے یاد کرتے تھے کیونکہ موت کو کثرت سے یاد کرنے سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً:

١) دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور دنیا پر فریفتگی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔

٢) انسان منکرات اور گناہوں سے دور ہو جاتا ہے اور آخرت کی فکر کرنے لگتا ہے۔

٣) دنیاوی مصائب و آلام جھیلنے میں اسے آسانی محسوس ہوتی ہے۔

٤) دل سے سختی نکل جاتی ہے اور کافی نرم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم کثرت سے موت کو یاد کیا کریں۔

فکر آخرت

دنیا فانی ہے اور موت کا آنا یقینی ہے ہر شخص جانتا ہے بلکہ اسے پختہ یقین ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن مرنے والا ہے، موت اس کی گھات میں ہے، حیات چندروزہ متاع قلیل ہے اور مرتے ہی اسے قبر کے تنگ و تاریک زنداں سے سامنا ہوگا اور دنیا میں گزاری ہوئی زندگی کے ایک ایک

پل کا حساب دینا ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد آخرت کی دائمی اور لامحدود زندگی ہے پھر جب ان باتوں پر ایک انسان کو پورا یقین ہے تو اسے آخرت کے لئے تیاری بھی تو کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں فکر آخرت کی بڑی رغبت دلائی ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ (البقرہ:۲۸۱)

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (حشر:۱۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال) کا کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے اور (ہر وقت) اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

اس سے پہلے کہ موت آ دبوچے ہر انسان کو کل کے لئے اعمال کا ذخیرہ جمع کر لینا چاہئے کیونکہ کل یعنی قیامت کے دن صرف اور صرف اعمال صالحہ ہی کام آئیں گے اور جن کے پاس اعمال صالحہ نہ ہوں گے وہ نقصان اور خسارے سے دوچار ہوں گے دوبارہ دنیا میں آنے اور نیک کام کرنے کی مہلت طلب کریں گے مگر انہیں مہلت نہ ملے گی۔ قرآن ناطق ہے:

﴿حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (99) لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (المومنون:۹۹-۱۰۰)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار!

مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں، ہرگز نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔

اس کے تحت شیخ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ آرزو ہر کافر موت کے وقت، دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت، بارگاہ الٰہی میں قیام کے وقت، اور جہنم میں ڈھکیل دیئے جانے کے وقت کرتا ہے اور کرے گا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں اس مضمون کو متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے مثلاً سورہ منافقون:۱۰،۱۱، ابراہیم:۴۴، اعراف:۵۳، السجدہ:۱۲، الانعام:۲۷،۲۸، الشوریٰ:۴۴، المومن:۱۱،۱۲، فاطر:۳۷، وغیرھا من الآیات۔

انها كلمة هو قائلها کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے معنیٰ تو یہ ہیں کہ یہ ایسی بات ہے جو ہر کافر نزع (جانکنی) کے وقت کہتا ہے۔ دوسرے معنیٰ ہیں کہ یہ صرف بات ہی بات ہے عمل نہیں، اگر انہیں دوبارہ بھی دنیا میں بھیج دیا جائے تو ان کا قول، قول ہی رہے گا عمل صالح کی توفیق پھر بھی نصیب نہیں ہوگی جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَوْ رُدُّواْ لَعَادُواْ لِمَا نُهُواْ عَنْهُ﴾ (الانعام:۲۸)

اگر انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو یہ پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافر کی اس آرزو میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے کافر دنیا میں اپنے خاندان اور قبیلے کے پاس جانے کی آرزو نہیں کرے گا بلکہ عمل صالح کے لئے دنیا میں آنے کی آرزو کرے گا۔ اس لئے زندگی کے لمحات کو قیمتی جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ عمل صالح کر لئے جائیں تاکہ کل قیامت کو یہ آرزو پیش کرنے کی ضرورت نہ آئے۔

(ابن کثیر احسن البیان ص۹۵۹)

یقیناً وہ انسان بڑا دور اندیش اور عقل مند ہے جو اس دنیا میں رہتے ہوئے کل کی تیاری میں

مصروف ہے اور قدم قدم پر اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اس چندروزہ دنیا میں انسان بہت سے مسائل سے دوچار ہے مگر ایک مرد مومن کے لئے سب سے اہم مسئلہ آخرت کا مسئلہ ہے جو اسی دنیا میں اسے درپیش ہے، نبی رحمت ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے:

''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور ایسے اعمال کرنے میں منہمک رہے جو اسے موت کے بعد فائدہ دے سکیں اور بے وقوف ونادان ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات کا غلام بن جائے اور اللہ تعالیٰ سے جھوٹی آرزوئیں وابستہ کرے۔'' (ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں فکرِ آخرت دلاتے ہوئے محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی تونگری کو محتاجی سے پہلے۔ اپنی فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنے مرنے سے پہلے۔'' (بیہقی فی شعب الایمان)

موت آخرت کی پہلی منزل ہے، قبر ہی سے انسان اپنے اعمال کے اثرات محسوس کرنے لگتا ہے رسول اللہ ﷺ نے قبر میں جانے کی تیاری کر لینے کا حکم دیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے مسلمانوں کی جماعت کو ایک جگہ اکٹھا دیکھا، آپ نے پوچھا، لوگ کیوں جمع ہیں؟ جواب ملا۔ ایک قبر کی کھدائی کر رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ گھبرائے اور تیزی سے نکل کر قبر کے پاس پہنچے اور گھٹنا ٹیک کر بیٹھ گئے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کے روبرو ہو کر میں بھی بیٹھ گیا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ آپ اس قدر روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے سامنے کی مٹی گیلی ہوگئی پھر آپ ہم لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: **یا اخوانی مثل الیوم فاعدوا** ۔اے میرے بھائیو! اس جیسے دن کے لئے تیاریاں کرو۔ (ابن ماجہ)

یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ آج مسلمانوں کے عقیدہ وعمل میں پختگی نہیں رہی، آخرت کا عقیدہ بھی

ایک سرسری عقیدہ بن گیا ہے حالانکہ روزانہ اپنے کندھوں پر لاد کر مُردوں کو قبرستان پہنچا رہے ہیں اور اس حقیقت سے انکار کی جرأت بھی نہیں ہے کہ بالآخر ہمیں بھی اس شہرِ خموشاں میں آ کر آباد ہونا ہے۔ دنیا چند دن کی ہے اسے چھوڑنا ہے اور آخرت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے ان ساری کھلی ہوئی حقیقتوں کو جاننے کے باوجود آخر مسلمان غفلت کا شکار کیوں ہے، آخرت کی تیاری پر کمربستہ کیوں نہیں ہوتا صرف کلمہ پڑھ لینا یا مسلمان گھر میں پیدا ہو جانا ہی اس کی نظر میں نجات کے لئے کافی ہے یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ آخرت کی تیاری کرنے سے بالکل غافل ہے، آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں، دل زنگ آلود ہیں جس میں ہدایت بھری باتیں سرایت نہیں کرتیں حیرانی اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ مسلمان آخرت پر یقین رکھتا ہے اور پھر بھی تیاری نہیں کرتا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیا تھے؟ آپ نے فرمایا: سب عبرت وموعظت کی باتیں تھیں اور اس میں یہ مذکور ہے کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے پھر بھی وہ خوش وخرم رہتا ہے اور مجھے اس شخص پر تعجب ہے جس کو جہنم کا یقین ہے پھر بھی وہ قہقہہ مار کر ہنستا ہے اور مجھے حیرانی ہے اس پر جسے تقدیر الٰہی کا یقین ہے پھر بھی وہ اپنے آپ کو ہلکان کرتا ہے اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اہل دنیا کے انقلابات کو دیکھتا ہے پھر بھی وہ دنیا پر مطمئن نظر آتا ہے اور مجھے حیرانی ہے اس شخص پر جس کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ کل حساب وکتاب ہوگا پھر بھی وہ نیک عمل نہیں کرتا ہے۔ (ترغیب وترہیب)

میرے دینی بھائیو! اللہ سے ڈرو، اپنے عملوں کا جائزہ لو اور دنیا سے روانگی کی تیاری میں لگے رہو، آخرت کی فکر کرو کیونکہ آخرت کی زندگی بہتر اور بقا والی ہے اور اسی دنیا میں رہ کر ہر انسان کو اپنی آخرت بنانی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ موت کی یاددہانی کرائی ہے تاکہ موت کے آنے سے پہلے ہی انسان اعمال صالحہ کا ذخیرہ کرلے اور یہ پتہ نہیں کہ موت کب آئے گی اس لئے زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے ضروری ہے کہ وہ فکر زادِ عقبیٰ میں لگا رہے۔

صحت اور فراغت کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحت اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں جن کے معاملے میں اکثر لوگ خسارے ہی میں ہیں۔ (بخاری کتاب الرقاق)

اللہ تعالیٰ نے جسے تندرستی دے رکھی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرے اور زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش میں لگا رہے اور بیماروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے جو اپنی بیماری کی وجہ سے کوئی بھی عمل قاعدے سے انجام نہیں دے پاتے۔ لیکن وہ بیمار قابل مبارکباد ہیں جو اپنی تندرستی کے ایام میں اعمال صالحہ میں لگے رہتے تھے کیونکہ اعمال کی مواظبت اور ان کے اخلاص عمل کی وجہ سے بیماری کے ایام میں بھی انہیں ثواب سے نوازا جاتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب بندہ کوئی نیک عمل کرتا رہتا ہے پھر وہ کسی وجہ سے اس کام سے رک جاتا ہے جیسے بیماری اور سفر۔ تو اس کے لئے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے جیسے وہ صحت اور اقامت میں اچھی طرح عملاً انجام دیا کرتا تھا۔ (بخاری کتاب الجہاد والسیر)

اس طرح اپنی صحت اور فراغت وکشادگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر انسان کو زیادہ سے زیادہ عمل کرتے رہنے کی کوشش کرنی چاہئے اور آخرت کی تیاری سے ایک لمحہ بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے کیونکہ حیات مستعار کے ایک پل کی بھی گیارنٹی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑا پھر فرمایا: دنیا میں تم اس طرح رہو گویا تم ایک مفلس آدمی یا مسافر ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے اگر شام کرلو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور اگر صبح کرلو تو شام کا انتظار نہ کرو اور صحت کو بیماری سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔ (بخاری کتاب الرقاق)

ان احادیث کی روشنی میں آیئے ہم اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ صحت وتندرستی اور فرصت وکشادگی کے ایام میں ہم کس قدر نیکیوں کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور موت جو اچانک سوتے، جاگتے، چلتے پھرتے کسی وقت بھی آکر زندگی کا خاتمہ کرسکتی ہے اس موت کے آنے سے پہلے ہم اپنی زندگی کی کتنی قدردانی کرتے ہیں اور زندگی کو کہاں لگاتے اور گنواتے ہیں۔ اللہ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور حقیقی معنوں میں صحت اور زندگی کی قدردانی کی توفیق بخشے۔ آمین

حسن خاتمہ کی علامات

حسن خاتمہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن مرد یا مومنہ عورت ظاہراً اسلام کے شعائر و احکامات پر عمل پیرا ہو اور صحیح عقیدے پر رہتے ہوئے ایسے قول وعمل پر اسے موت آئے جو جنت میں جانے کے موجب وسبب ہوں، شریعت نے کچھ اعمال کی نشاندہی کی ہے اگر اس پر خاتمہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوا یا حسن خاتمہ کی علامات میں سے ایک علامت پر اس کا خاتمہ ہوا۔ ہر مسلمان کو حسن خاتمہ کی فکر رکھنی چاہئے اور ان اعمال پر مداومت ومداظبت کرنی چاہئے جو حسن خاتمہ کے علامات میں ذکر کی گئی ہیں اور اپنی دعاؤں اور کوششوں سے خاتمہ بالخیر کے طلب میں منہمک رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

حسن خاتمہ کی علامات اور اس کی مختلف شکلیں ذیل میں نقل کی جارہی ہیں اور یہ علامات جن میں پائی جائیں گی ان مُردوں سے ہمارا حسن ظن بھی قائم رہے گا اور ہماری اپنی کوشش بھی ہوگی اور دعائیں بھی کہ اللہ ہمیں بھی حسن خاتمہ کی سعادت سے سرفراز فرمائے۔

۱) وفات کے وقت کلمۂ طیبہ پڑھنا:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کا آخری جملہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" (اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں) ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

(ابوداؤد، کتاب الجنائز)

۲) جمعہ کی رات یا دن میں انتقال ہونا:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہوگا اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنہ اور آزمائش سے بچالے گا۔

(ترمذی، کتاب الجنائز)

۳) میدان کارزار میں شہید ہونا:

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہیدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھ خصوصیات ملتی ہیں: ۱۔شہید کا پہلا قطرہ خون گرتے ہی اس کی مغفرت ہوجاتی ہے اور اسے اس کا ٹھکانہ جنت میں دکھادیا جاتا ہے۔ ۲۔ عذاب قبر سے پناہ دے دیا جاتا ہے۔ ۳۔حشر کے دن بڑی گھبراہٹ سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ ۴۔ اس کے سر پر وقار (یاقوت) کا تاج پہنایا جائے گا۔ ۵۔ بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح ہوگا۔ ۶۔ ستر (۷۰) آدمی اس کی شفاعت سے بخشے جائیں گے جو اس کے عزیزوں میں سے ہوں گے۔

(ترمذی، کتاب الجہاد)

۴) پیشانی پر پسینہ آنا:

حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں مومن کی موت پیشانی کے پسینے کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز)

۵) حج و عمرہ کرتے ہوئے وفات پانا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص احرام کی حالت میں نبی ﷺ کے ساتھ جارہا تھا کہ اس کی اونٹنی نے اسے گرادیا، پس وہ انتقال کر گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لوگو! حالت احرام میں مرنے والے اپنے بھائی کو پانی و بیر کی پتی سے غسل دے دو اور اس کے ہی دونوں احرام کے کپڑوں میں اسے کفنادو، اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور اس کے سر کو نہ ڈھانکو کیونکہ وہ بروز قیامت تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔ (بخاری)

۶) کسی بھی نیک عمل پر موت آنا:

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی رضا اور ثواب کے پیش نظر کلمۂ طیبہ کا اقرار کیا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں جائے گا جس شخص نے اللہ کے لئے روزہ رکھا اور روزہ ہی کے عمل پر اس کی موت ہوگئی تو وہ جنت میں جائے گا۔ جس شخص نے لوجہ اللہ صدقہ وخیرات کیا اور اسی پر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا۔ (مسند احمد: ۲۳/۱۳۷)

۷) لوگوں کا میت کی تعریف کرنا:

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ اسی طرح پھر ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی برائی بیان کی، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: واجب ہوگئی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی۔ جس شخص کی تم لوگوں نے اچھی تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم لوگوں نے برائی بیان کی ہے اس کے لیے آگ واجب ہوگئی۔ (بخاری کتاب لجنائز)

۸) پہرے کی حالت میں موت آنا:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن یا ایک رات پہرہ دینا ایک ماہ کے روزے اور اس کے قیام سے بہتر ہے۔ اگر وہ شخص فوت ہو جائے تو اس کا وہ عمل جسے وہ کیا کرتا تھا اس پر جاری ہو جاتا ہے اور اس کا رزق بھی اس کے لیے جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والے (منکر نکیر) سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ)

۹) راہ جہاد میں انتقال کر جانا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلى اللّهِ﴾ (النساء:۱۰۰)

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا پھر اسے موت نے آ پکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہو گیا۔

۱۰) طاعون یا کسی وبائی امراض میں انتقال کر جانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے طاعون کے بابت سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طاعون کی بیماری جس پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ طاعون کی بیماری مومنوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجتا ہے، جو کوئی بندہ طاعون میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے شہر میں صبر وضبط کے ساتھ مقیم رہتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے اس کو اتنی ہی تکلیف ہوگی جتنی اللہ نے مقدر کیا تو اس کو شہید کا اجر ثواب ملے گا۔ (بخاری، بیہقی، احمد)

دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: طاعون پر مسلمان کی شہادت ہے یعنی طاعون کی بیماری میں مرنے والا مسلمان مرد وعورت شہید ہوتا ہے۔ (مسلم، کتاب الامارہ)

۱۱) دفاع وتحفظ میں موت آنا:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کے بچاؤ وتحفظ میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے اہل وعیال کی جان وعصمت کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا وہ بھی شہید ہے، جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ بھی شہید ہے، جو شخص اپنے نفس کو بچاتے ہوئے مار ڈالا گیا وہ بھی شہید ہے۔ (ابوداؤد)

۱۲) تپ دق کی بیماری میں موت آنا:

راشد بن جیش فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا شہادت ہے، طاعون کی بیماری میں وفات پانا شہادت ہے، عورت کی دردزہ میں مر جانا شہادت اور سل (تپ دق) میں انتقال کر جانا شہادت ہے۔ (مسند احمد)

۱۳) پیٹ کی بیماری میں وفات پانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص پیٹ کی بیماری میں انتقال کر جائے وہ شہید ہے۔ (مسلم)

۱۴) بچہ کی ولادت کے سبب موت آنا:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمان عورت جو بچہ کی پیدائش کے سبب انتقال کر جائے شہید ہے۔ اس کا بچہ اپنے نال کے ساتھ ماں کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔ (ابوداؤد، طیالسی)

۱۵) ناگہانی حادثات میں مرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شہداء پانچ ہیں: ۱۔ طاعون کی بیماری میں انتقال کرنے والا، ۲۔ پیٹ کی بیماری میں وفات پانیوالا، ۳۔ ڈوب کر مرجانے والا، ۴۔ مٹی، دیوار یا کان وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا، ۵۔ اللہ کی راہ میں مرنے والا۔ (ترمذی، کتاب الجنائز)

۱۶) پہلو کے درد (نمونیہ) سے موت واقع ہونا:

جابر بن تمیک بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نمونیہ کی بیماری پہلو کے درد کی وجہ سے انتقال کر جانے والا مسلمان شہید ہے۔ (مسند احمد)

۱۷) مرگی کے مرض میں صبر کرنا:

عطاء بن رباح کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا: یہ کالی عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ مجھے مرگی ہوتی ہے اور ستر بھی کھل جاتا ہے، پس آپ اللہ سے میرے حق میں دعا کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرلو تو تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دوں کہ وہ تمہیں تندرست کر دے، وہ عورت کہنے لگی کہ میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ اللہ

سے دعا کر دیجئے کہ میرا ستر نہ کھلے، پس رسول اللہ ﷺ نے اس کی دعا کر دی۔

(بخاری، کتاب المرضیٰ)

۱۸) حق بات کہنے پر قتل ہونے والا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہیں اور وہ شخص بھی جس نے ظالم امام (حاکم) کو نیکی کی تلقین کی اور برائی سے روکا تو حاکم نے اسے قتل کر دیا۔ (مستدرک حاکم: ۱۹۵/۳)

مریض کی ذمہ داریاں

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے مصیبتوں، پریشانیوں اور بیماریوں سے بددل اور دلگیر نہیں ہوتے کیونکہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوتے ہیں اور تقدیر الٰہی پر کامل یقین رکھتے ہیں، شریعت اسلامیہ نے خاص حالت بیماری کے کچھ احکام و مسائل کی نشاندہی کی ہے جس پر ہر صاحب ایمان کو نظر رکھنی چاہئے اور بیماری وغیرہ کے ایام میں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آیئے دیکھیں کہ شریعت کے نافذ کردہ وہ احکام و مسائل کیا ہیں اور ہمیں اس سے کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱) مریض اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مومن کا معاملہ بھی خوب ہے اس کا ہر معاملہ بہتر ہی ہوتا ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں اگر خوشی نصیب ہو تو شکر گزار ہوتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔" (مسلم، کتاب الزہد)

۲) مریض کو چاہئے کہ وہ اللہ سے حسن ظن رکھے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، مرتے وقت انسان کو اللہ پر حسن ظن رکھنا چاہئے۔ (مسلم، صفۃ الجنۃ)

۳) مریض اپنے رب کی رحمت سے پرامید ہو مگر اپنے گناہوں پر گرفت کی فکر بھی دامن گیر ہو:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لائے جو حیات وموت کی کشمکش میں تھا، نبی ﷺ نے دریافت کیا کیسے ہو؟ اس نے عرض کیا واللہ، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے موقع پر جب کسی بندے کے دل میں یہ دو چیزیں پیدا ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کے مطابق عنایت فرما دیتا ہے اور جس بات کا اسے غم ہو اس سے محفوظ کردیتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز)

۴) مریض کو چاہئے کہ وہ اپنی صحت وعافیت، فلاح آخرت وراہل وعیال کے لئے کثرت سے دعائیں کرے کیونکہ بیمار کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مریض کی دعا بھی قبول کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہوجائے۔

۵) مریض کو چاہئے کہ شدت تکلیف میں موت کی آرزو کرنے کے بجائے دعا کرے:

"اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَاکَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی آدمی تکلیف یا مصیبت کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے اور اگر اس کے بغیر چارہ نظر نہ آئے تو یوں کہنا چاہئے اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے زندہ رہنے میں بھلائی ہے اور مجھے اس وقت وفات دے جب وفات میں میرے لئے بھلائی ہو۔

(بخاری کتاب المرضی)

۶) مریض کو چاہئے کہ وہ اپنا علاج کراتا رہے مگر حرام چیزوں سے علاج کرانا منع ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض بدّوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم علاج کرائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، اللہ کے بندو! علاج کراؤ، اللہ نے

کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں فرمائی جس کی شفا یا دوا نہ ہو سوائے ایک بیماری کے، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بڑھاپا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علاج کے لئے حرام چیزیں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

۷) مریض چاہے تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے مصائب پر صبر کرے جو اس کے رفع درجات کا سبب بنے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو دم نہیں کرواتے، برا شگون نہیں لیتے، بلکہ محض اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

۸) مریض کو چاہئے کہ اگر کسی سے اپنے مرض کے ازالے کے لئے وہ دعا اور دم وغیرہ کروائے تو وہ معروف اور موحد شخص ہو اور اس کا دم شرکیہ کلمات سے پاک ہو۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ہم زمانۂ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے وہ دم پڑھ کر سناؤ، آپ ﷺ نے (سننے کے بعد) فرمایا: ایسے دم میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو۔ (مسلم)

۹) مریض پر لازم ہے کہ وہ بیماری دور کرنے کے لئے غیر شرعی طریقہ نہ اپنائے، ہاتھ میں کڑا، چھلا، دھاگا اور منکا یا تعویذ وغیرہ ہرگز نہیں باندھے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جماعت (قبول اسلام کے لئے) حاضر ہوئی، نبی اکرم ﷺ نے نو آدمیوں سے بیعت لی اور دسویں آدمی کی بیعت لینے سے ہاتھ روک لیا، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لی ہے اور اس آدمی کی بیعت نہیں لی، آپ نے ارشاد فرمایا: اس نے تمیمہ

(تعویذ، دھاگا، چھلا، منکا وغیرہ) باندھا ہوا ہے چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اسے کاٹ دیا اور اس کے بعد اس سے بیعت لی پھر ارشاد فرمایا: جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔ (احمد)

۱۰) مریض آلام و مصائب پر صبر کرتا ہے تو اس کے گناہ بھی جھڑتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ بخار میں مبتلا تھے پس میں نے آپ کے جسم اطہر کو مس کر کے دیکھا اور عرض گزار ہوا، آپ کو بہت تیز بخار ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں، اور فرمایا: مسلمان کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ (بخاری، کتاب المرضیٰ)

۱۱) مریض کو چاہئے کہ اس کے ذمہ جو حقوق ہیں ان کو ادا کرے لین دین اور قرض وغیرہ کے معاملات کو درست کرے انہیں ادا کرے یا ورثاء کو لکھوائے اور اگر کسی رشتہ دار وغیرہ کے لئے وصیت کرے تو اس کا بھی خیال رہے کہ کسی پر زیادتی نہ ہو، کسی کو نقصان نہ برداشت کرنا پڑے اور اسے اپنے مال سے ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنا جائز بھی نہیں ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ ایک تہائی سے کم ہی وصیت کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے مرتے وقت اپنے (سارے) غلام آزاد کر دیئے اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان غلاموں کو بلایا اور ان کے تین حصے کیے ان میں قرعہ ڈالا دو غلام آزاد کر دیئے اور چار غلام باقی رکھے اور مرنے والے کو آپ ﷺ نے (اس کے اس حرکت پر) سخت ڈانٹ پلائی۔

(مسلم)

۱۲) مریض اپنے مال سے ایک تہائی یا اس سے کم کی وصیت کر سکتا ہے وصیت ایسے رشتہ داروں کے لئے جو شرعاً وارث نہ ہوں یا فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی وصیت کرے۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

سنا، اللہ تعالیٰ نے ہر مستحق کو اس کا حق دے دیا ہے لہٰذا کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔

(ابوداؤد، کتاب الوصایا)

۱۳) مریض کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کے بارے میں انصاف پر قائم رہے اگر چہ دل کا میلان سب کی طرف برابر نہ ہو۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ میرے والد ماجد نے مجھے ایک عطیہ دیا، پس (میری ماں) عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں جب تک آپ ﷺ کو گواہ نہ بنائیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ ہے اسے ایک عطیہ دیا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ مجھ سے کہتی ہے کہ آپ کو گواہ بناؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو ایسا ہی دیا ہے، عرض کیا نہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو، چنانچہ وہ لوٹ آئے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا۔ (بخاری، کتاب الھبہ)

۱۴) وصیت یا ہبہ کرتے ہوئے بھی مریض کو چوکنا رہنا چاہئے کہ کہیں کسی پر ظلم نہ کر بیٹھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کی عزت پر یا مال پر زیادتی کی ہو وہ آج ہی معافی مانگ لے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جب کہ نہ دینار ہوں گے نہ درھم ہوں گے، اگر اچھے اعمال ہوں گے تو وہ اس ظلم و زیادتی کے عوض کاٹ لئے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے۔

(بخاری، کتاب المظالم)

۱۵) مریض کو خوب معلوم ہے کہ مرنے کے بعد اس کے یہاں بہت سی غلط رسمیں انجام دی جاتی ہیں، نوحہ و ماتم وغیرہ کیا جاتا ہے اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو سختی کے ساتھ غلط رسومات سے اجتناب کی تاکید کرے اور اپنے آپ کو اس عذاب سے بچائے جو اعزہ واقارب کے بیانیہ ماتم کے سبب پیش آنے والا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس پر نوحہ کیا جائے اس نوحہ کی وجہ سے اس پر عذاب ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

صحابہ کرام اپنے اہل وعیال کو وصیت کر جاتے تھے تا کہ اپنے آپ کو عذاب سے محفوظ رکھ سکیں کیونکہ دور جاہلیت میں، نعی، نوحہ اور ماتم وغیرہ کا رواج تھا اور آج بھی اکثر جگہوں پر نادانی اور جہالت کی وجہ سے مردے کے اوصاف بیان کر کے چیخ چیخ کر رونے کا رواج پایا جاتا ہے اس لئے مریض اپنی وصیت کے ذریعہ اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کی ضرور کوشش کرے۔

۱۶) مریض کو چاہئے کہ کثرت سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا کرے بلکہ ایک صحیح حدیث میں تہلیل خمسہ کا تذکرہ ہے اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے " من قالها في مرضه ثم مات لم يطعمه النار " جو آدمی اپنی بیماری میں یہ کلمات کہے پھر مر جائے اسے آگ نہیں کھائے گی۔

۱) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے۔

۲) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ. اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے۔

۳) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ. اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

۴) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ. اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کیلئے تعریف ہے۔

۵) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور نہیں ہے طاقت وقوت مگر اللہ سے۔

(ترمذی، کتاب الدعوات)

۱۷) زندگی کے آخری لمحات میں موت کی سختی اور مشکل کے وقت مریض کو چاہئے کہ نبی ﷺ سے ثابت شدہ کلمات پڑھتا رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات سے پہلے میں نے جھک کر

آپ ﷺ کی بات سنی، اس وقت آپ اپنی پشت کی ٹیک میرے ساتھ لگائے ہوئے تھے اور پڑھ رہے تھے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَالْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ" اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق سے ملادے۔ (بخاری، کتاب المرض، کتاب الدعوات)

۱۸) مریض اپنے جسم کے جس حصے میں درد محسوس کرے وہاں اپنا ہاتھ رکھے اور تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر سات مرتبہ وہ دعا پڑھے جو نبی ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی، وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بدن میں درد کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو اور تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر سات مرتبہ پڑھو "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ" میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی قدرت کی اس چیز کے شر سے جس کو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔ (مسلم، کتاب السلام)

عیادت کی فضیلت اور اس کے فوائد

مسلمانوں کے کچھ باہمی حقوق ہیں جن کی پاسداری ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے، انہیں حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے، اسے تسلی دی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم اس سے ملو تو سلام کرو، اور جب وہ تمہاری دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرو اور جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اسے نصیحت کرو اور جب اسے چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہو اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔ (مسلم، کتاب السلام)

سنت یہ ہے کہ آدمی مریض سے اس کی حالت دریافت کرے اسے تسلی دے شفایابی کی دعا کرے اسے احساس دلائے کہ بیماری خطاؤں کے لئے کفارہ ہے، توبہ واستغفار پر اسے آمادہ

کرے اور صبر کی تلقین کرے۔

عیادت سے جہاں اخروی اجر وثواب متوقع ہے وہیں بیمار کے علاج معالجے میں کوتاہی اور مالی تنگدستی کا مداوا بھی ممکن ہے، اس طرح عیادت کے بطن سے خیر سگالی اور ہمدردی کے جذبات بھی جنم لیتے ہیں اور کمزور و مفلس مسلمانوں کی دلجوئی کے ساتھ ان کے علاج کا بھی انتظام ہو جاتا ہے۔

عیادت مریض پر اجر وثواب کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور اگر شام کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کی خاطر دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے چنے ہوئے پھلوں کا حصہ ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز)

مسلمان جب مسلمان بھائی کی مزاج پرسی کرتا ہے تو واپسی آنے تک وہ خرفۃ الجنۃ میں ہوتا ہے، آپ سے پوچھا گیا خرفة الجنة کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس (جنت) کے تازہ پھل چننا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلہ)

نبی ﷺ خود بھی مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے جیسا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے جب میری آنکھوں میں تکلیف تھی۔ (ابوداؤد، کتاب الجنائز)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ احزاب کے روز زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا خیمہ مسجد میں لگوایا تا کہ لوگ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ (ایضاً)

زیر نظر حدیثیں اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ مریض کی عیادت بھی مسلمانوں کے حقوق باہمی میں شامل ہے، اس لئے کسی بھی مسلمان کو اس میں سستی نہیں برتنی چاہئے مزید یہ کہ اس میں دین اور دنیا دونوں کا فائدہ پوشیدہ ہے۔

غیر مسلم کی عیادت

مسلمان مریض کی عیادت تو ایک مسلمان کے حق شرعی کا تقاضا ہے اور اس کے لئے باعث اجر وثواب بھی ہے لیکن کسی غیر مسلم مریض کی عیادت بھی جائز اور باعث اجر وثواب ہے جب اسے مرض کی تسلی کے ساتھ ساتھ قبر وحشر کی باتیں بتائیں اور اسے برے انجام سے ڈرائیں۔ اسلام کی دعوت دیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، اس کے سر کے قریب بیٹھ کر فرمایا: اسلام قبول کرلو، اس نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے اپنے باپ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، اس نے کہا: ابوالقاسم کی بات مان لو، چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے نکلے "الحمد لله الذی انقذه من النار" اس اللہ کا شکر جس نے اسے آگ سے محفوظ کردیا۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

بلکہ مسند احمد میں ہے "فلما مات قال صلوا علی صاحبکم" جب وہ بچہ مرگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ ادا کرو۔

عیادت کے آداب اور دعائیں

بھلی بات کہنا: جب کسی مریض کی عیادت کو جائیں تو تسلی بخش اور حوصلہ افزا باتیں کریں، بہت زیادہ دیر تک مریض کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کو اکتاہٹ محسوس ہو اور زبان سے کوئی نامناسب لفظ نہ نکالیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض کے پاس یا مرنے والے کے پاس جاؤ تو بھلی بات کہو کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کی عیادت کو تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لا باس طھور ان شاء اللہ" گھبرانے کی بات نہیں ہے اگر اللہ نے چاہا تو (اس بیماری سے) ٹھیک ہو جاؤ گے۔ (بخاری، کتاب المرض)

جسم پر ہاتھ پھیرنا: مریض کا حال دریافت کرنے کے بعد اس کے جسم پر جہاں درد ہو وہاں اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا پڑھیں جو نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اس پر پھیرتے پھر یہ دعا پڑھتے:

"اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ وَلَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا"

بیماری کو دور کر دے اے لوگوں کے رب، اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے ایسی شفاء دے جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔ (بخاری، کتاب المرض)

معوذات سے دم کرنا: معوذات، قرآن مجید کی دو مشہور سورتیں ہیں۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر مریض پر دم کرنا بھی ایک مسنون عمل ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ بیمار پڑتے تو معوذات کی سورتیں پڑھ کر اسے اپنے اوپر دم کرتے پھر جب مرض الموت میں آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے برکت کی امید میں آپ کے جسد مبارک پر پھیرتی تھی۔ (بخاری، فضائل القرآن)

شفا کی دعا کرنا: مریض کے پاس جائیں تو ایسی دعائیں پڑھیں جو نبی ﷺ سے ثابت ہیں، ان کے ذریعہ ان شاء اللہ مریض کو ضرور شفاء حاصل ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی

کسی ایسے شخص کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی قریب نہ آیا ہو تو اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اس مرض سے شفاء دے گا، وہ دعا یہ ہے:

"اَسْاَلُ اللّٰہِ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَشْفِیَکَ" میں بزرگ و برتر اللہ تعالیٰ، عرش عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء سے نوازے۔ (ابوداؤد، کتاب الجنائز)

دم جبرئیل پر عمل کرنا: نبی ﷺ جب بیمار تھے تو آپ پر جبرئیل علیہ السلام نے دم کیا تھا، عیادت کرنے والا چاہے تو کسی بھی مریض پر اسے دم کر سکتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا اے محمد ﷺ! کیا آپ بیمار ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو جبرئیل علیہ السلام نے یہ پڑھا اور آپ پر دم کیا، وہ دعا یہ ہے:

"بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ، بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ"

اللہ تعالیٰ کے نام لے کر میں آپ پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دے، ہر نفس اور ہر حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا کرے، میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دم کرتا ہوں۔ (ترمذی، کتاب الجنائز)

محتضِر کے پاس حاضرین کی ذمہ داریاں

جو شخص مرنے کے قریب ہو اسے محتضر کہتے ہیں قریب الوفات شخص کے پاس حاضرین کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جس کی پاسداری ضروری ہے۔

۱) حاضرین کی ذمہ داری ہے کہ قریب الوفات شخص کو کلمہ پڑھنے کی تاکید کریں اگر وہ مرض کی شدت سے بے چین ہو اور امید ہو کہ تلقین کرنے پر ناگواری محسوس کرے گا تو اس کے سامنے کلمہ توحید بار بار پڑھتے رہیں تاکہ وہ مریض بھی کلمہ پڑھ لے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام "لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد، کتاب الجنائز)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت کا زیادہ حقدار قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جس نے صدق دل اور خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو۔ (بخاری، کتاب العلم)

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو ایک شخص انہیں کثرت کے ساتھ بار بار کلمۂ توحید کی تلقین کرنے لگا، عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا: جب میں نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا تو جب تک دوسری بات نہ کروں اس پر قائم ہوں۔ (ترمذی، کتاب الجنائز)

۲) محتضر کے پاس حاضرین کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خود کو دنیاوی اور گھریلو باتوں میں مصروف نہ رکھیں بلکہ قریب الوفات شخص کے لئے دعا اور استغفار کریں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب ہوتا تو ہم نبی ﷺ کو اس کی اطلاع کر دیتے، آپ تشریف لاتے اور اس کے حق میں استغفار (مغفرت کی دعا) کرتے یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر جاتی۔ (صحیح ابن حبان: ۲۹۹۵)

محتضِر کے سلسلے میں انجام دیئے جانے والے غیر ثابت امور

محتضر یعنی قریب الوفات کے پاس دعا واستغفار کے علاوہ قرآن پڑھنا اور خاص طور سے سورہ یٰسین کی تلاوت محض ایک رواجی چیز ہے اور کچھ مسلمانوں کا اس پر عمل بھی ہے اور دلیل میں ایک حدیث بھی پیش کی جاتی ہے، آیئے اس کی تفصیلی جانکاری حاصل کریں:

سورۂ یٰسین پڑھنا: دلیل میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مرنے والے کے قریب سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔ (ابوداؤد، کتاب الجنائز)

اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں ارواء الغلیل: ۱۵۰/۳، اس حدیث کے دو راوی ایک ابوعثمان اور دوسرے ان کے والد، یہ دونوں مجہول اور غیر معلوم ہیں، ابوعثمان کا نام سعد ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب: ۱۴۷/۱۲

دوسری روایت پیش کی جاتی ہے کہ "جس مردے پر سورۂ یٰسین کی تلاوت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی کر دیتا ہے۔ (اخبار اصفہان لابی نعیم: ۱۸۸/۱) اس کی سند میں مروان بن سالم راوی ضعیف ہے، تفصیلی جانکاری کے لئے دیکھیں ارواء الغلیل: ۱۵۲/۳)

غرضیکہ حالت نزع یا پس مرگ سورۂ یٰسین پڑھنے کی فضیلت میں کوئی مرفوع روایت صحیح سند سے مروی نہیں ہے، اس لئے مسلمانوں کو اسے ترک کر دینا چاہئے اور ہر وہ رواجی مسئلہ جو سنت رسول سے ثابت نہ ہو علم ہونے کے بعد اسے بلا چوں و چرا چھوڑ دینا ہی ایک مسلمان کی شرعی ذمہ داری اور غیرت ایمانی کا تقاضا ہے۔

قبلہ رو کرنا: قریب الوفات آدمی کے چہرے کو قبلہ رخ کر دینے کا رواج بھی مسلمانوں میں پایا جاتا ہے، بعض لوگ اسے مستحب اور سنت سمجھ کر سختی سے عمل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس کی مختلف شکلیں لکھی ہیں:

۱) قریب الوفات کو دائیں کروٹ پر قبلہ رخ لٹائیں جیسا کہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔

۲) دائیں ممکن نہ ہو تو بائیں کروٹ قبلہ رخ لٹائیں۔

۳) یہ بھی ممکن نہ تو چت لٹائیں پیر کے تلوے قبلہ کی طرف ہوں اور سر کے نیچے تکیہ رکھ کر سر اونچا کر دیں کہ چہرہ قبلہ رخ ہو جائے۔

۴) اگر مذکورہ صورتوں میں قبلہ رخ کرنے میں تکلیف یا دشواری ہو تو جس حالت پہ ہو چھوڑ دیں۔ (کتاب الجنائز للمبارکفوری ۸، مغنی المحتاج: ۵/۲)

اس سلسلے میں علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

''محتضر کو قبلہ رخ کرنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے بلکہ مشہور تابعی سعید ابن المسیب رحمہ اللہ نے قبلہ رخ کرنے کو ناپسند فرماتے ہوئے کہا کہ کیا مرنے والا مسلمان نہیں ہے؟

زرعہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سعید المسیب رحمہ اللہ کی حالت مرض میں موجود تھا اچانک سعید پر غشی طاری ہوگئی، ابوسلمہ کے کہنے پر ان کا بستر قبلہ رو کر دیا گیا، جب افاقہ ہوا تو پوچھا آپ حضرات نے میرا بستر پھیرا ہے؟ کہنے لگے: ہاں، انہوں نے ابوسلمہ کی طرف دیکھ کر کہا: میرا خیال ہے تم نے کروایا ہے، ابوسلمہ نے جواباً کہا، ہاں، میں ہی کہا تھا، سعید نے کہا: میرا بستر پہلے کی طرح کر دیا جائے۔

(اخرجہ ابن ابی شیبہ فی المصنف: ۷۶/۴ بسند صحیح عن زرعہ، احکام الجنائز ص ۲۰)

بعض لوگوں نے ایک صحیح حدیث سے بھی محتضر کو قبلہ رخ کرنے کی دلیل لی ہے، ابوداؤد کی ایک روایت کے آخری الفاظ میں "قبلتکم احیاء واموانا" (ابوداؤد، کتاب الوصایا) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں ارواء الغلیل ۱۵۵/۳)

اسی حدیث کو دلیل بناتے ہوئے شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا:

"نعم يستحب ذالك عند اهل العلم لقوله ﷺ الكعبة قبلتكم احياء واموانا" ہاں نبی ﷺ کے فرمان کعبہ تمہارا قبلہ ہے زندگی اور پس مرگ بھی۔ اس لئے محتضر کا رخ قبلہ کی طرف کر دینا اہل علم کے نزدیک مستحب ہے۔

(مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ: ۱۰۱/۱۳)

لیکن اس حدیث سے محتضر کو قبلہ رخ کرنے کی دلیل نہیں نکلتی۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بڑی بہترین بات لکھی ہے۔ "وفى الاستدلال به على ذالك نظر لان المراد بقوله "احياء" عندالصلاة، وامواتاً فى اللحد. والمحتضر حى غيرمصل فلايتناوله الحديث، والالزم وجوب التوجه الى القبلة على كل حى وعدم

اختصاصه بحال الصلوٰة وهو خلاف الاجماع" (نیل الاوطار ۹۹/۳)

اس حدیث سے استدلال محل نظر ہے کیونکہ کعبۃ اللہ زندوں کے ادائیگی نماز کے لئے قبلہ ہے اور مردوں کو لحد میں لٹاتے وقت اور حالت نزع میں گرفتار انسان زندہ ہے اور اسے نماز کا مسئلہ بھی درپیش نہیں ہے لہٰذا اس حدیث سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے ورنہ ہر زندہ مسلمان پر بغیر تخصیص نماز کے ہر وقت قبلہ رخ ہونا واجب ہوگا جو ناممکن اور خلاف اجماع ہے۔

اس کے بعد علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے براء بن معرور والی روایت پیش کی ہے جسے شیخ البانی رحمہ اللہ ضعیف اور مرسل کہا ہے۔ (دیکھئے ارواء الغلیل ۱۵۳/۳)

حاصل کلام یہ کہ محتضر کو قبلہ رخ لٹانے کے سلسلے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اس لئے مریض کو جس طرح سہولت اور آرام میسر آئے اسی پہلو پر اسے رہنے دیں اور سنت سمجھ کر اسے قبلہ رخ کرنے پر مجبور نہ کریں اور جو لوگ اسے سنت سمجھ کر کرتے آئے ہوں انہیں بھی اپنی اصلاح کر لینی چاہئے کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے لہٰذا رسمی چیز کو چھوڑ دینے میں پس وپیش نہ کریں کیونکہ مسلمان کا ہر عمل سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔

پانی یا شربت پلانا: مریض کی عیادت عام مسلمانوں کے باہمی حقوق میں شامل ہے لیکن مریض اگر رشتہ دار بھی ہو تو حق عیادت مزید موکد ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان اپنے قرابت دار کی تیمارداری میں اپنے آپ کو لگا دیتا ہے اور مریض کی خدمت کرنا، کھلانا پلانا، دوا وغیرہ دینا وہ اپنا اسلامی اور اخلاقی فریضہ سمجھتا ہے مریض کی آخری سانس تک اسے سہارا دیتا اور اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے مگر جب سانس اکھڑنے لگتی ہے ڈاکٹر جواب دے دیتا ہے سکرات کا عالم طاری ہوتا ہے تو بالکل مایوسی کی حالت میں کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے بچے بچیاں یا خاص قرابت دار باری باری اس کے منہ میں پانی ٹپکائیں۔ شربت یا شکر کا پانی ڈالیں۔ بعض رشتہ دار اسے فرض وواجب سمجھتے ہوئے اس کی تاکید کرتے ہیں اور اپنے سامنے یہ عمل کرواتے ہیں حالانکہ مریض کے منہ میں پانی نہیں جا رہا ہے مگر پھر بھی لوگ اپنے حقوق ادا کر رہے ہیں اور باری باری پانی

ڈال رہے ہیں۔

میت کے ورثاء نے اس کے حقوق کی کتنی پاسداری کی ہے اسے کتنا آرام پہنچایا ہے یہ سب ریکارڈ ہو چکا ہے اب آخری وقت میں پامالی حقوق کی تلافی ممکن نہیں ہے اور سنت سے یہ ثابت بھی نہیں ہے کہ رسماً پانی یا شربت بلاضرورت منہ میں ڈال کر مریض سے رضا مندی کا پروانہ حاصل کیا جائے۔

ہر مسلمان کو نبی ﷺ کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے: **من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد** (مسلم الاقضیۃ) جس نے کوئی ایسا دینی عمل کیا جس کا حکم ہم نے نہیں دیا ہے وہ عمل مردود ہے۔

متفرق امور: قریب الوفات پر سورۂ یٰسین پڑھنے اور اسے قبلہ رخ کرنے کا عمل بہت زیادہ رواج پا چکا ہے مگر الحمدللہ علماء کرام کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے دین پسند اور اصلاح پسند حضرات اسے چھوڑتے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حسن عمل اور فکر فلاح آخرت سے سرفراز کرے۔ آمین

قریب الوفات شخص کے تعلق سے اور بھی رسمیں مسلم سماج میں شعوری یا غیر شعوری طور پر در آئی ہے جنہیں سنت اور کار ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے مگر وہ حقیقت میں سنت نہیں بلکہ بدعت ہیں اور علم ہو جانے پر ان کا چھوڑ دینا ہر مسلمان پر ضروری ہے، ذیل میں کچھ بدعات کی نشاندہی کی جا رہی ہے جو مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہیں اگر آپ کے یہاں بھی ایسی بدعت موجود ہو تو اس سے فوراً توبہ کر لیں:

۱) قریب الوفات آدمی کے سر کے قریب قرآن مجید رکھنا۔

۲) مرنے والے کے پاس سورہ بقرہ کی تلاوت کرنا۔

۳) قریب الوفات آدمی کے ہاتھ سے روپیہ اور غلہ وغیرہ مس کرنا اور بعد میں اسے صدقہ کر دینا۔

۴) قریب الوفات آدمی کی چارپائی کے گرد بیٹھ کر ذکر کرنا۔

۵) قریب الوفات آدمی سے نبی ﷺ اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اقرار کرانا۔

حاضرین کی ذمہ داریاں

جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو وہاں حاضرین کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جنہیں حتی المقدور نبھانا ان کے لئے از حد ضروری ہے۔

۱) اگر میت کی آنکھ کھلی ہوئی ہو تو اسے بند کر دیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس (وفات کے وقت) تشریف لائے تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے انہیں بند کر دیا اور فرمایا: جب جان نکلتی ہے تو آنکھیں اس کا پیچھا کرتی ہیں۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

۲) دیگر احتیاطی تدابیر مثلاً اگر میت کا منہ کھلا ہوا ہے تو اسے بند کر کے کپڑے وغیرہ سے باندھ دیں، ہاتھ اور پاؤں کو پھیلا کر سیدھا کر دیں اگر ہاتھ پاؤں اکڑ گئے ہوں تو رگڑ کر اگر باآسانی سیدھے ہو سکیں تو سیدھے کر دیں ورنہ اسی طرح چھوڑ دیں اتنی بھی سختی نہ کریں کہ ہڈیاں ٹوٹ جائیں اسی طرح اگر جان نکلتے ہوئے میت بول و براز سے آلودہ ہو گئی ہو تو اس کپڑے کو بدل دیں۔

۳) حاضرین کو چاہئے کہ میت کے حق میں زبان سے کلمۂ خیر نکالیں اور دعائے خیر کریں کیوں کہ اس وقت موجود فرشتے ان کی باتوں پر آمین کہتے ہیں۔

(جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی کھلی آنکھیں رسول اللہ ﷺ نے بند فرمائیں تو) ابو سلمہ کے گھر والے واویلا کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے لئے خیر کی دعا کرو اس لئے کہ تمہاری باتوں پر فرشتے آمین کہتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَافِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ"

اے اللہ! ابو سلمہ کو بخش دے اور تمام ہدایت والوں میں اس کا درجہ بلند اور اونچا کر دے اور ان کے باقی رہنے والے کا تو خلیفہ ہو جا، اے رب العالمین ہم کو اور ان کو بخش دے اور ان کی قبر کو

کشادہ کردے اور اس کی قبر کو روشن کردے۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

نوٹ: اس دعا میں ابوسلمہ کا نام ہے، دعا پڑھنے والا ابوسلمہ کی جگہ اس میت کا نام لے جس پر وہ دعا پڑھ رہا ہے۔

۴) جب کسی کی روح قبض ہو جائے اور موت کا پورا یقین ہو جائے تو اس کے اعضائے بدن وغیرہ کو درست کر دیا جائے اور اس کے سارے جسم کو کسی چادر وغیرہ سے ڈھک دیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی روح اطہر پرواز کر گئی تو آپ کو دھاری دار چادر سے ڈھانک دیا گیا۔ (بخاری، کتاب اللباس)

اس سے ثابت ہوا کہ میت کا چہرہ عام لوگوں کی دیدار کے لئے کھلا چھوڑنا خلاف سنت ہے۔

۵) مرنے والا اگر محرم ہے تو اس کا چہرہ کھلا چھوڑ دیں (محرم سے مراد وہ آدمی ہے جس نے حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لیا ہو اور حالت احرام میں اس کی موت واقع ہو جائے)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میدان عرفات میں تھا اچانک اپنی سواری سے گر گیا، اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی، یا راوی نے کہا کہ اس نے اسے وہیں مار دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں کفن دو۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کے دونوں کپڑوں میں خوشبو لگاؤ نہ ہی اس کا سر اور چہرہ چھپاؤ، یہ روز قیامت تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔ (مسلم کتاب الجنائز، احکام الجنائز للالبانی ۲۳)

۶) موت کے بعد تجہیز و تکفین میں جس قدر ممکن ہو سکے جلدی کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازہ لے جانے میں جلدی کرو اگر وہ اچھا ہے تو بہتر چیز ہے جسے تم آگے بھیج رہے ہو اور اگر وہ برا ہے تو ایک بوجھ ہے جسے تم اپنی گردن سے اتارتے ہو۔ (بخاری کتاب الجنائز)

۷) میت اگر قرض دار ہے تو اس کے مال سے فوراً قرض ادا کیا جائے خواہ اس کا سارا مال ختم ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی روح اس

وقت تک جنت میں جانے سے رکی رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے۔

(صحیح ابن حبان، ترمذی کتاب الجنائز)

قرض میت کے چھوڑے ہوئے مال سے ادا کیا جائے اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو تو ورثاء کو قرض ادا کرنا چاہئے ورنہ پھر کوئی بھی فراخ دل مسلمان اسے احساناً ادا کر دے تو بھی صحیح ہوگا۔ اس سلسلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے کئی حدیثیں ذکر کی ہیں جسے تفصیل کی ضرورت ہو وہ رجوع کرے۔ (احکام الجنائز ۲۵-۳۰)

۸) آدمی جس علاقے میں فوت ہوا ہے اسے وہیں دفن کر دیں دوسری جگہ یا دور دراز اسے منتقل کر کے پریشانی میں نہ ڈالیں بلکہ تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آدمی کو جائے وفات پر دفن کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھائی وادی حبشہ میں فوت ہو گیا اور وہاں سے لایا گیا تو انہوں نے بڑے افسوس سے فرمایا: مجھے صرف اس بات کا غم ہے کہ اسے مکان وفات پر دفن کیوں نہ کیا گیا۔ (بیہقی کتاب الجنائز)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے:

"فان النقل حرام على المذهب الصحيح المختار الذى قاله الاكثرون وصرح به المحققون" (الاذکار: ۲۷۷)

صحیح اور مختار مذہب کے مطابق نقل جسد حرام ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے اور محققین کا بھی یہی فتویٰ ہے، ہاں کوئی انسان اپنے مولد و مسکن سے ہٹ کر قریب ہی کہیں یعنی کسی گاؤں، اسپتال یا جنگل وغیرہ میں انتقال کر جائے تو اسے اس کے مولد و مسکن میں لا کر دفن کیا جائے۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ "ان سعد بن ابى وقاص وسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، ماتا بالعقيق فحملا الى المدينة فدفنا فيها"

(الموطا الامام مالک کتاب الجنائز)

بے شک سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل دونوں کا 'عقیق' میں انتقال ہوا پس دونوں کو مدینہ لاکر دفن کیا گیا۔

(عقیق مدینہ کے قریب ایک گاؤں کا نام تھا) اس سے معلوم ہوا کہ حسب ضرورت قرب وجوار میں میت کی منتقلی جائز ہے لیکن دور دراز علاقوں تک جسد میت کی منتقلی شرعا وعقلا درست نہیں ہے بلکہ اگر کسی نے دور دراز دفن ہونے کی وصیت بھی کی ہوتو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے۔

"حتی لو اوصی المیت ان ینقل الی مکة او المدینة لا تنفذوصیته لان الصحابة رضی الله عنهم لم یوصوا بذالك" (صلاۃ المومن کتاب الجنائز)

اگر مرنے والے نے مکہ اور مدینہ میں اپنے دفن کی وصیت کی ہوتو بھی اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

قریبی رشتہ داروں کے فرائض

صبر وثبات: جب اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کے وفات کی خبر ملے تو ایسے موقع پر شریعت کی یہ تعلیم ہے کہ آدمی قضا وقدر کے فیصلے پر راضی رہے اور صبر وثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

(ترجمہ) ''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے، جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔'' (البقرہ: ۱۵۵-۱۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو

قبر پر بیٹھی رو رہی تھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر، اس نے کہا تم دور رہو، تمہیں میری مصیبت کا کیا پتہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس عورت نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں، پھر اسے بتایا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ تو وہ بہت گھبرائی چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر آئی اور وہاں چوکیدار بھی نہ پائے تو حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ صبر ابتدائے صدمہ کے وقت ہی ہوتا ہے۔ (بخاری، احکام الجنائز للالبانی ۳۴)

زخم کتنا ہی گہرا ہو صدمہ نا قابل برداشت ہو آخر کار وقت کا مرہم اسے مندمل کر ہی دیتا ہے تھک ہار کر اور واویلا مچا کر کچھ دنوں کے بعد صبر کر لینا حقیقت میں صبر نہیں ہے، صبر تو وہ ہے جو ابتدائے صدمہ کے وقت ہو۔ اس لئے قریبی رشتہ داروں کو موت کے وقت صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور اللہ کے فیصلے کو بلا چوں وچرا قبول کرنا چاہئے۔

استرجاع: یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا، میت کے اقرباء پر لازم ہے کہ موت واقع ہو جانے پر یہ دعا پڑھیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ وَاخْلُفْ لِىْ خَيْرًا مِّنْهَا ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں ثواب دے اور اس سے بہتر بدل عطا فرما۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے کہ "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کی جگہ بہتر بدل عطا فرما" تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت میں اجر عطا کرتا ہے اور اس کی جگہ اسے بہترین جانشین عطا فرماتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے اس طرح دعا کی جس طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے (بہت) بہتر جانشین یعنی رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیئے۔ (مسلم کتاب الجنائز)

مطلب یہ کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگیا، اس طرح دنیا میں انہیں اللہ تعالیٰ نے بہتر ہی نہیں بلکہ بہترین بدل عطا فرمادیا۔ اگر کسی کو دنیا میں بہتر بدلہ نہیں ملے گا تو آخرت میں تو یقینی ہے اس لئے ہر مسلمان کو اللہ سے حسن ظن رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ مصیبت کے وقت مذکورہ دعا ضرور پڑھنی چاہئے۔

ایک اور فریضہ: ورثاء اور قریبی رشتہ داروں کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ میت کی وصیت پر عمل کریں قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد جو مال بچے گا وہ ورثاء میں اسلامی اصولوں کے مطابق تقسیم کریں لیکن اگر مرنے والے نے وصیت کرنے میں ناانصافی یا زیادتی اور جہالت سے کام کیا ہے تو اس کی وصیت پوری نہ کریں یہ میت کے حق میں سودمند ثابت ہوگا۔ مثلاً

(۱) کسی نے کسی وارث کے لئے وصیت کی ہے اور دوسرے وارثوں کو محروم کردیا ہے تو یہ وصیت قابل تنفیذ نہ ہوگی۔ رسول ﷺ نے فرمایا: **ان الله قد اعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث** (ابوداؤد، الوصیۃ للوارث) اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے لہٰذا کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، ہاں ورثاء کے علاوہ کسی رشتہ دار یا فی سبیل اللہ کے لئے اگر وصیت ہے تو ضرور پورا کریں وہ بھی ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نافذ العمل نہ ہوگی کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: **لاضرر ولا ضرار من ضار ضاره الله ومن شاق شاقه الله** (مستدرک حاکم: ۵۸/۲)

نہ نقصان دینا ہے نہ برداشت کرنا ہے جس نے کسی کا نقصان کیا اللہ تعالیٰ اس کا نقصان کرے گا جس نے کسی کو پریشان کیا اللہ تعالیٰ اسے پریشان کرے گا۔

(۲) کسی نے مرنے سے قبل تجہیز وتکفین وغیرہ میں بدعی امور کی وصیت کی ہے اور اسی طرح سے کوئی جاہلانہ وصیت کی ہے تو ورثاء اسے وصیت کو کالعدم سمجھیں اور تجہیز وتکفین وتدفین سنت کے مطابق کریں بدعی امور سے مکمل اجتناب کریں۔

(۳) میت کی صرف وہی وصیت پوری کریں جو شریعت اسلامیہ سے ہم آہنگ ہو مخالفت کی صورت میں اسے کالعدم قرار دیں کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدہ:۲)

گناہ اور ظلم وزیادتی میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۳۷۰۶/۶)

جن معاملات میں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو کسی مخلوق کی بات نہیں مان جائے گی۔

اعزہ واقارب کے لئے جائز امور

بوسہ دینا: میت کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا جاسکتا ہے مگر میت کو بوسہ وہی شخص دے گا جو اس کی زندگی میں شرعی طور سے بوسہ دینے اور اس کے چہرے کو دیکھنے کا حقدار تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی رہائش گاہ "السُّـــخ" سے گھوڑے پر تشریف لائے اتر کر مسجد میں آئے (جب کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں تقریر کر رہے تھے) آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے تک کسی سے گفتگو نہیں کی، چنانچہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے جب کہ آپ ﷺ دھاری دار چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور جھک کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر رو دیئے اور فرمایا: یا نبی اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت نہیں دے گا پس جو موت آنی تھی وہ آچکی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: آپ کو ایسی موت آچکی ہے جس کے بعد دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ (بخاری، احکام الجنائز للالبانی ۳۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے شدید محبت تھی، آپ نے پیشانی کا بوسہ دیا اور صبر

ورضا کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود بھی ثابت قدم رہے اور دوسروں کے صبر وثبات کا ذریعہ بنے،
رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

رونا اور آنسو بہانا: اپنے اعزہ واقارب کی جدائی اور موت جیسے سانحہ سے دوچار ہونے والا شدت غم میں آنسو بہائے اور روئے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ یہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نواسہ فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحمت کرنے والوں پر ہی رحمت کرتا ہے۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو نبی کریم ﷺ، ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس پہنچے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اپنے حجرے میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز الگ الگ پہچان رہی تھی۔ (مسند احمد)

ابراہیم کی جدائی پر نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابن عوف! یہ تو شفقت ہے پھر مزید فرمایا: آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں دل غمگین ہوتا ہے لیکن ہم صرف وہ بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے، اے ابراہیم! تری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔

(بخاری، کتاب الجنائز)

اعزہ واقارب کے لئے ممنوع امور

میت کے اعزہ واقارب فرط محبت اور عدم واقفیت کی بناء پر کئی ایسے کام کر بیٹھتے ہیں جو ان کے لئے سراسر حرام ہیں لہٰذا ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرے اور ایسے کاموں سے اپنے آپ کو بچائے جو باعث وبال ہیں اور ان سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ ذیل میں ممنوعات کی کچھ تفصیلات درج کی جارہی ہیں تاکہ عام لوگ پڑھیں اور ان سے اپنے آپ کو بچائیں۔

نوحہ کرنا: نوحہ کا مطلب ہے میت پر چلا کے رونا، ماتم کرنا، مردے کے اوصاف وغیرہ بیان کرکے رونا اور دوسروں کو بھی رلانا یہ نہایت شدید قسم کا گناہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں دو کفریہ باتیں پائی جاتی ہیں، نسب کا طعنہ دینا اور میت پر نوحہ کرنا۔ (مسلم، کتاب الایمان)

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں جاہلیت کی (چار) ایسی چیزیں ہیں لوگ ان کو نہ چھوڑیں گے:

۱) اپنے حسب پر فخر کرنا، ۲) دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ۳) تاروں سے پانی (بارش) کی امید رکھنا، ۴) میت کی خوبیاں بیان کرکے رونا۔ اور بیان کرکے رونے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرلے تو قیامت کے دن اس پر گندھک کا پیرہن اور کھجلی کی اوڑھنی ہوگی۔

(مسلم کتاب الجنائز)

اس حدیث سے عورتوں کو سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ میت کے اوصاف اور اس کی خوبیاں بیان کرکے رونے سے میت کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اگر گھرانے (خاندان) میں رونے کی رسم ہے اور میت نے اپنی زندگی میں اس سے روکا نہیں تو اسے بھی عذاب ہوگا اور نوحہ کرنے والی عورت اپنا عاقبت خود خراب کررہی ہے۔

منہ پیٹنا: میت پر قریبی رشتہ داروں کا اس طرح رونا چلانا کہ وہ اپنے چہرے پر طمانچے

ماریں، اپنے گریبان چاک کریں، کپڑیں پھاڑیں، بالوں کو نوچیں یہ سب فضول اور جاہلیت کی رسمیں ہیں جو اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں اور سخت گناہ والے کام ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے منہ پیٹا، گریبان چاک کیا، یا جاہلیت کی باتیں کیں، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

اس قدر سخت اور شدید وعید سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ ممنوعات سے اپنا دامن بچائیں اور نبی ﷺ کی ناراضگی مفت میں نہ خریدیں خصوصاً مسلم عورتوں کو چاہئے کہ جب کبھی ان کے گھر میں موت جیسا سانحہ پیش آئے تو صبر وثبات کا مظاہرہ کریں اپنا منہ نہ نوچیں، کپڑے نہ پھاڑیں اور جاہلیت کے تمام کاموں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

بال منڈوانا: غم کے موقع پر بال منڈوانے کی رسم ہمارے ملک میں پائی جاتی ہے مسلمانوں کو اس فضول رسم سے بچنا چاہئے۔

حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری کے بعد غشی طاری ہوگئی، اس وقت ان کا سر ان کی بیوی کی گود میں تھا، آپ کی ایک رشتہ دار عورت چلا کر رونے لگی، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اسے روک نہ سکے جب کچھ طبیعت سنبھلی تو فرمایا: میں بھی اس کام سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ بے زار رہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے چیخنے والی، بال نوچنے والی یا سر منڈوانے اور کپڑے پھاڑنے والی سے بے زار تھے۔

(بخاری، کتاب الجنائز)

مسلم عورتوں کو بھی اس کام سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہئے جس سے اللہ کے رسول ﷺ کبیدہ خاطر اور بے زار ہیں۔

بالوں کو پراگندہ کرنا:

اعزہ واقارب کی جدائی اور وفات پر یاسی اور مصیبت کے وقت بالوں کو کھولنا، بکھیرنا اور پراگندہ کرنا جاہلیت کی رسم ہے۔

ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، اس کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے جن کاموں کا ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ بھی شامل تھا کہ ہم آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، چہرہ نہیں نوچیں گی، واویلا نہیں کریں گی، گریبان چاک نہیں کریں گی، اور بالوں کو پراگندہ نہیں کریں گی۔

(ابوداؤد، کتاب الجنائز)

گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کی مذکورہ رسموں کو چھوڑنے کی بیعت عورتوں سے لی تھی آج بھی مسلمان عورتوں کو ان حرام کاموں سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے بلکہ اگر خاندان میں یہ بری رسمیں رائج ہیں تو سختی کے ساتھ ان کو مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

سوگ کرنا: سوگ کا مطلب ہے مرنے والے کی یاد میں رونا، چپ چاپ گم صم بیٹھے رہنا اور تمام کاروبار اور مصروفیات کو تج دینا خوشبو اور زیب وزینت چھوڑ دینا۔

اسلام میں کسی بھی عزیز رشتہ دار پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے البتہ بیوی اپنے شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ملک شام سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے موت کی خبر آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن خوشبو منگا کر اپنے رخسار اور ہاتھوں پر ملا اور فرمایا: مجھے اس کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسے ہرگز روا نہیں کہ وہ شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ منائے۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر) تین دن تک لوگوں کو آنے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور تین دن کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی کا سوگ نہ کیا جائے۔

(نسائی)

اعلان وفات

عام لوگوں کو وفات کی اطلاع کرنی جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں جب کہ غسل اور تجہیز وتکفین کے لئے کوئی موجود نہ ہو تو اطلاع کرنی واجب ہے، جاہلیت کی طرح "نعی المیت" سے منع کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ موت کی خبر کو خوب مشتہر کیا جائے، میت پر رویا جائے اور اس کی خوبیاں گنائی جائیں۔ اس طرح کے اعلان وپکار سے بچتے ہوئے صرف لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے اور فلاں وقت اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا۔ اس طرح کا اعلان نعی المیت میں نہ داخل ہوگا جس سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز نجاشی فوت ہوا اسی دن آپ ﷺ نے اس کی اطلاع عام مسلمانوں کو دی۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

اعلان کے ذریعہ عام لوگوں کو میت کی اطلاع ہو جاتی ہے اور عدم واقفیت کا عذر کئے بغیر عام لوگ بھی جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔

وفات کے بعد کی بدعات وخرافات

اسلام نے مسلمانوں کو اپنے کسی عزیز کی وفات پر صبر وثبات پر ابھارا ہے اور بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے چیخنے چلانے، نوحہ کرنے، بالوں کو پراگندہ کرنے اور سوگ وغیرہ سے منع کر دیا ہے، تاہم مسلمانوں میں بہت سے ایسے رسم ورواج در آئے ہیں جن کا سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کچھ علاقائی، غیروں کے میل جول اور کچھ صوفیوں کی خود ساختہ بدعات ہیں چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے، جس کا سنت سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ان رسموں کو چھوڑ دیں جن کو آباء واجداد بلا ثبوت کرتے چلے آئے ہیں:

- مرنے والے کے سرہانے قرآن مجید کا نسخہ اس نیت سے رکھا جاتا ہے کہ اس سے مرنے

والے کو برکت حاصل ہوگی اور آنے والا عذاب ٹھہر جائے گا۔ یہ سنت نہیں ایجاد بندہ ہے۔

- مرنے والے پر مختلف چنندہ سورتوں کی تلاوت کا اہتمام کرنا کہ اس سے مرنے والے کے رفع درجات میں اضافہ ہوگا۔ غیر ثابت شدہ عمل ہے۔
- مرنے والے کے پاس سے یا اس دیوڑھی یا صحن سے ان عورتوں کے نکل جانے کا اعلان کرنا جو حیض و نفاس میں مبتلا ہوں یا جنہیں غسل جنابت کی حاجت ہو۔ اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔
- مرنے کے بعد گھر کے برتنوں میں موجودہ پانی کو اس عقیدے سے پھینک دینا کہ مرنے والے کی روح اس میں ڈبکی لگا گرگئی ہے اس لئے اس کا استعمال باعث نقصان ہوگا۔ غیر شرعی عقیدہ ہے۔
- مرنے والے کے پاس سے زیتون، موگرا یا کسی درخت کی ہری شاخیں رکھنا اور یہ سمجھنا کہ ان کی وجہ سے مردہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ ایک خود ساختہ عقیدہ ہے۔
- موت کے وقت موجود لوگوں کا سات دن تک تمام کاروبار بند رکھنا تا کہ مرنے والے کی روح انہیں تکلیف نہ پہنچائے۔ ایک فاسد عقیدہ ہے۔
- میت کی آنکھ میں مٹی ڈالنا اور یہ کہنا "لا یملا عین ابن آدم الا التراب" فرزند آدم کی آنکھ صرف مٹی سے آسودہ ہوتی ہے اور بھرتی ہے۔ محض سنگ دلی اور شقاوت قلبی کا مظاہرہ ہے۔
- میت کی وفات کی خبر دیتے ہوئے اس کا جاہ و منصب بیان کرنا اور الفاتحہ علی روح فلان کہنا بدعت ہے۔
- حیلہ کی رسم ادا کرنا یعنی میت پر قرآن مجید رکھنا اور قرآن کو تول کر اس کے برابر غلہ یا اس کی قیمت امام، موذن یا کسی فقیر کو دینا بھی بدعت ہے۔
- بیوی کے فوت ہو جانے پر شوہر کو غیر محرم قرار دے کر اس کو وہاں سے نکال دینا یا شوہر کے انتقال پر بیوی کو غیر محرم قرار دے کر اسے دور کر دینا جہالت پر مبنی عقیدہ ہے۔ سنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اور بھی بہت سی بدعات ہیں جیسے:

- میت کے گھر والوں کا کھانا پینا ترک کر دینا۔
- میت کے چہرے کو عام لوگوں کے لئے کھلا رکھنا۔
- مرنے والے کا موئے زیر ناف صاف کرنا۔
- میت کے پاس اگر بتی وغیرہ سلگانا وغیرہ۔

میت کا غسل

جب کسی مومن مرد یا عورت کا انتقال ہو جائے تو زندوں پر اس کے غسل کا انتظام کرنا واجب ہے، میت عورت ہے تو عورتیں غسل دیں اور اگر مرد ہے تو مرد غسل دیں مگر جو لوگ بھی غسل دیں انہیں آدابِ غسل سے واقفیت بھی ضروری ہے، نبی ﷺ کو غسل دینے والے قرابت دار بھی تھے اور ان میں غسل دینے کی اہلیت بھی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا، میں جسد اطہر کے بارے میں غور کرتا رہا لیکن کوئی خلاف معمول بات نظر نہ آئی، آپ ﷺ زندگی اور زندگی کے بعد بھی سراپا خوشبو تھے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجنائز)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی (زینب) کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: تم اسے تین یا پانچ یا سات مرتبہ غسل دو۔

(بخاری کتاب الجنائز)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس محرم کو اس کی اونٹنی نے روند ڈالا تھا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔

(بخاری کتاب الجنائز)

غسل کا ثواب

میت کو نہلانے کی ذمہ داری نبھانے والوں کے لئے بہت بڑا اجر وثواب ہے مگر ضروری ہے کہ وہ ان شرائط کا بھی لحاظ رکھیں جو شریعت نے ان کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔

پہلی بات: دوران غسل اگر کسی طرح کی کوئی ناپسندیدہ بات نظر آئے تو اسے کسی سے بالکل بیان نہ کریں بلکہ ایسی باتوں کو چھپائیں اوران باتوں (عیوب) پر پردہ رہنے دیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے کسی مسلمان میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپالیا اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرما دیتا ہے اور جس نے قبر کھود کر دفن کیا، اس کے لئے اتنا اجر ہے جیسے کسی کو تا قیامت رہائش مہیا کر دی اور جس نے کفن پہنایا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت عمدہ ریشمی کپڑے اور کمخواب سے آراستہ فرمائیں گے۔ (مستدرک حاکم)

دوسری بات: یہ کام صرف رضائے الٰہی کے لئے کرے کوئی دوسرا مقصد نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف انہیں عبادات واعمال کو شرف قبولیت بخشتا ہے جو محض اس کی رضا کے لئے کئے گئے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو اس کی نیت کے برابر بدلہ ملے گا جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر ہجرت کرے گا وہ ہجرت اللہ اور رسول ﷺ کی خاطر ہوگی اور جو دنیوی مقاصد کے لئے ہجرت کرے گا وہ اسے پالے گا۔ یا کسی عورت کی غرض سے ہجرت کرتا ہے تو اس سے نکاح کرلے گا پس ہجرت اس کھاتے میں ہوگی جس غرض سے کی گئی ہوگی۔ (بخاری کتاب الوحی)

غسل میت کی ایک ناروا تقسیم

غسل کا مسنون طریقہ آپ پڑھ چکے مگر بعض علاقوں میں غسل میت کے سلسلے میں ایک عجیب وغریب بات پائی جاتی ہے کہ غسل کے وقت جسم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ناف سے اوپر سر

تک اور ناف کے نیچے پیروں تک غسل دینے والی دو جماعت ہوتی ہے اور صابن کو بھی آدھا کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، پتہ نہیں یہ طریقہ کہاں سے در آیا جبکہ فرمان نبوی کے مطابق مسلم میت طاہر ہوتی ہے نجس نہیں ہوتی اس لئے ایک ہی صابن پورے جسم پر استعمال کیا جاسکتا ہے اور غسل بھی ایک آدمی دے جو مسائل سے واقف ہو، ہاں بحیثیت معاون کئی لوگ اس کا ساتھ دیں تاکہ غسل کا عمل بآسانی انجام پاسکے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ میت کا غسل مسنون طریقہ سے انجام دیں من مانی بالکل نہ کریں اور علاقائی رسم ورواج کو چھوڑ کر تعلیمات اسلام پر عمل پیرا ہوں کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔

میت کو غسل دینے کا طریقہ

جب غسل دینے کی نیت سے میت کو تختے پر لٹائیں تو کسی چادر سے ڈھک کر اس کا کپڑا وغیرہ اتاریں تاکہ بدن کا جتنا حصہ زندگی میں چھپانا ضروری تھا وہ بے ستر نہ ہو۔

میت کو سر کی طرف سے آہستگی سے اٹھائیں اور ناف کی طرف سے پیٹ کو دو تین بار دبائیں تاکہ اندر رکی ہوئی گندگی امکانی حد تک خارج ہو جائے پھر بائیں ہاتھ پر کپڑے کا دستانہ پہن کر اس کی شرمگاہ کو صاف کریں اگر بدن پر کہیں اور نجاست ہو تو اسے بھی صاف کریں اور وہ دستانہ پھینک دیں پھر دوسرا دستانہ پہن کر میت کو وضو کرائیں، یعنی اس کے دانتوں اور نتھنوں کو صاف کریں اور دائیں سے شروع کر کے نماز والا وضو کرائیں وضو کے بعد دونوں کانوں اور ناک میں صاف روئی لگا دیں تاکہ دوران غسل پانی اندر نہ جائے غسل کے بعد یہ روئی نکال دی جائے پھر سر اور داڑھی کے بالوں کو صابن یا خطمی وغیرہ سے اچھی طرح دھوئیں، میت اگر عورت ہے تو اس کے بالوں کی چوٹیاں کھول کر اچھی طرح دھوئیں پھر سامنے والے حصے کو دائیں اور بائیں طرف سے اچھی طرح دھویا جائے پھر گردن سے لے کر دایاں پہلو ہلکی سی کروٹ موڑ کر پھر بائیں طرف اور پچھلی طرف ہلکی سی کروٹ موڑ کر تمام پہلو اچھی طرح دھوئے جائیں، تین، پانچ یا سات مرتبہ غسل دیں اور

ضرورت محسوس ہو تو سات سے زائد مرتبہ بھی غسل دے سکتے ہیں مگر طاق عدد دینا ضروری ہے۔

غسل کے پانی میں بیری کے پتے یا صابن ڈالنا چاہئے تا کہ اچھی طرح صفائی ہو جائے اور آخری مرتبہ پانی میں کافور ملا کر غسل دینا چاہئے۔ میت اگر عورت ہے تو بالوں کو دھونے کے بعد کنگھی کریں اور اس کے تین حصے بنالیں ایک پیشانی کے بالوں کا اور دو ادھر ادھر کا پھر اس کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دیں۔

غسل میت کا یہ طریقہ مختلف احادیث سے ماخوذ ہے۔

میت مرد ہو یا عورت ان کے ستر کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا، میت کے ستر کو نہ دیکھا جائے گا نہ ہی اسے چھوا جائے گا۔

۱) میت کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ناف اور گھٹنے کے درمیان ستر ہے۔ (ابوداؤد، کتاب اللباس)

ران بھی حدود ستر میں داخل ہے۔ (ترمذی، کتاب الادب)

۲) ایک عورت کا جسم دوسری عورت کے لئے ستر ہے البتہ وہ اعضاء جو بطور اظہار زینت ظاہر کئے جاتے ہیں وہ اس میں شامل نہیں ہیں جیسے سر، کان، گردن، کلائی اور بازو کا کچھ حصہ، پاؤں، پازیب پہننے کی جگہ، پنڈلی کا نچلا حصہ اس کے علاوہ عورت کا سارا جسم ستر ہے، جس کا اجمالی تذکرہ سورۃ النور آیت نمبر ۳۱ میں موجود ہے۔

۳) میت کے غسل کے لئے پردے کا اہتمام ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔ (مسلم، کتاب الغسل)

۴) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) کو غسل دے رہی تھیں تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دینا اور پانی میں بیری کے پتے ڈال لینا اور آخری مرتبہ کافور ملا لینا اور جب تم غسل دے چکو تو مجھے اطلاع دے دینا، چنانچہ جب ہم فارغ

ہو گئیں تو آپ ﷺ کو اطلاع دی، آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینکا اور فرمایا: یہ اس کے جسم پر لپیٹ دو۔ ایک دوسری روایت میں ہے، اسے طاق مرتبہ یعنی تین یا پانچ یا سات مرتبہ غسل دو اور آغاز غسل اعضاء وضو اور داہنی طرف سے کرو۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے (غسل کے بعد) سر کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں اور پیچھے کی طرف کر دیا۔ (بخاری کتاب الجنائز، مسلم کتاب الجنائز)

۵) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے غسل میت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا تھا وہ کہتے ہیں کہ پہلے دو مرتبہ بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیا جائے پھر تیسری مرتبہ پانی اور کافور سے یعنی کافور ملے ہوئے پانی سے۔ (ابوداود، کتاب الجنائز)

جب میت غسل کے قابل نہ رہے؟

چند ماہ پیشتر ایک عورت ساحل سے پھسل کر دریا میں ڈوب گئی اور تین دنوں بعد اس کی لاش ملی۔ تعفن اور سرانڈ کی وجہ سے کوئی بھی شخص اس کے نزدیک جانے کو تیار نہ تھا لوگوں نے ہمت کی کسی طرح جلدی جلدی اسے دفن کر دیا گیا کتنوں کا سر چکرایا کتنوں کو الٹیاں ہوئیں سینٹ اور خوشبو کے استعمال سے بھی بدبو کا ازالہ نہ ہو سکا۔ اس سلسلے میں لوگوں میں کافی چہ میگوئیاں ہوئیں مسلمانوں میں بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اس طرح کی لاشوں کے سلسلے میں شریعت میں کوئی سہولت ہے یا نہیں۔ یہ بات جب میرے سامنے آئی تو میں نے کتابوں کی طرف رجوع کیا جو رہنمائی مل سکی وہ پیش خدمت ہے۔

اس سلسلے میں اساطین علم وفضل کہتے ہیں کہ میت کو تیمم کرایا جائے اور مزید رہنمائی اہل علم سے حاصل کی جائے جیسی صورت حال ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اذا کان المیت متعذرا فان اھل العلم یقولون: بمعنی ان الحی یضرب

التراب بيديه ويمسح بهما وجه الميت وكفيه ثم يكفن ويصلى عليه ويدفن"

(مجموع فتاویٰ ۷۱/۹۰ فتاوی احکام الجنائز: ۹۰)

جب میت کو غسل دینا دشوار ہو جائے تو بقول اہل علم اسے تیمم کرایا جائے گا یعنی زندہ (غسل دینے والا) اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارے گا اور ان ہاتھوں کو میت کے چہرے اور ہتھیلی پر پھیرائے گا پھر اسے کفن پہنایا جائے اس پر نماز پڑھی جائے اور اسے دفن کر دیا جائے۔

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یجب تغسیله کما ایغسل غیره اذا امکن ذالك فان لم یمکن فانه یمم لان التیمم یقوم مقام التغسیل بالماء عندالعجز عن ذالك"

(مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ ۱۲۳/۱۳)

(حادثات کی شکار) میت کو بھی اگر ممکن ہو سکے تو عام میت کی طرح غسل دینا واجب ہے اور اگر غسل ممکن نہ ہو تو اسے تیمم کرایا جائے کیونکہ مجبوری کی صورت میں تیمم غسل کے قائم مقام ہے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے ایک سوال ہوا۔

ایک نومولود بچے کی لاش پانی میں دستیاب ہوئی جسے غسل دینا ممکن نہ تھا ہم نے اسے بغیر غسل دفن کر دیا کیا ہم سے غلطی اور گناہ کا صدور ہوا ہے ایسی حالت اگر دوبارہ پیش آئے تو ہم کیا کریں۔

شیخ نے تفصیل سے جواب دیا ہے جس کی تلخیص یہ ہے۔

پہلی بات: اسے تیمم کرایا جائے جیسا کہ پہلے عربی عبارت مع ترجمہ گزر چکی ہے۔

دوسری بات: جہاں ایسے حالات رونما ہوں وہاں اہل علم سے رہنمائی حاصل کی جائے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الانبیاء:۷)

تیسری بات: بچے کی لاش کی تدفین میں جو کچھ ہوا ہو۔ اگر اس پر نماز نہ پڑھی گئی ہو اور اس کی قبر سے واقفیت ہو تو اس پر نماز پڑھی جائے اگر قبر نہ معلوم ہو سکے تو اس پر غائبانہ نماز پڑھی جائے کیونکہ مسلمان میت کی نماز جنازہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

چوتھی بات: جل جانے یا کسی حادثے کی وجہ سے جب میت کو غسل دینا دشوار ہو جائے تو اسے تیمّم کرایا جائے گا اگر حادثہ میں اجزائے جسم منتشر ہو گئے ہوں تو انہیں بھی جمع کیا جائے غسل دیا جائے اور ترتیب وار رکھ کو کفن میں لپیٹا جائے اور نماز پڑھ کر دفن کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص سمیت غسل دیا گیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میت کے اوپر کپڑا ڈال کر اس کے پہنے ہوئی کپڑے اتارے جاتے تھے پھر کسی چھوٹے کپڑے کی مدد سے غسل دیا جاتا تھا جس سے بے ستری نہیں ہوتی تھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا موقع آیا تو اس وقت کیا صورت حال پیش آئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپس میں کہنے لگے واللہ! ہمیں علم نہیں کہ کیا کریں؟ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اسی طرح اتار لیں جس طرح اپنے مردوں کے اتارتے ہیں یا کپڑوں سمیت غسل دے دیں۔

جب اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی حتی کہ سب کی گردنیں سینے کی طرف ڈھلک گئیں، پھر کسی نامعلوم آدمی نے گوشۂ خانہ سے آواز لگائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص سمیت غسل دے دیا، اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور ہاتھوں کے بجائے قمیص ہی سے ملتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اگر اس صورت حال کا مجھے پہلے علم ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات ہی غسل دیتیں۔ (ابوداؤد، کتاب الجنائز)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے لگا تو آپ کے جسم اطہر کو ٹٹولا کوئی چیز نہ پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح زندگی میں پاک وصاف تھے اسی طرح وفات کے بعد بھی پاک وصاف رہے۔ (حاکم، بیہقی۔ احکام الجنائز للالبانی ۱۴۸)

کیا میت کو غسل دینے والے پر غسل ضروری ہے؟

میت کو غسل دینے والے پر غسل ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کہ وہ غسل کر لے اسی طرح میت کو اٹھانے اور کندھا دینے والوں پر وضو بھی ضروری نہیں ہے جب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے بظاہر وجوب معلوم ہوتا ہے مگر دوسری حدیثیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اس کے برعکس ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مُردے، کو غسل دے اسے غسل کرنا چاہئے اور میت کو کندھا دینے کے بعد وضو کرنا چاہئے۔ (ترمذی ابواب الجنائز)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر میت کو غسل دینے کے بعد کوئی غسل نہیں کیونکہ تمہاری میت طاہر مرتی ہے نجس نہیں، لہٰذا تمہیں ہاتھ دھو لینا ہی کافی ہے۔ (دار قطنی، احکام الجنائز)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کے بعد غسل دیا اور موجود مہاجرین سے پوچھا آج شدید سردی ہے کیا مجھے غسل کرنا چاہئے؟ لوگوں نے کہا غسل ضروری نہیں ہے۔

(موطا الامام مالک کتاب الجنائز)

حضرت نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو خوشبو لگائی، ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں اٹھایا بھی۔ اس کے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق، سنن کبریٰ للبیہقی)

یعنی میت کو اٹھانے کی وجہ سے وضو نہیں کیا۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے اسی طرح میت کو اٹھانے اور کندھا دینے والوں پر وضو ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔

زوجین ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں

بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو بلا کراہت غسل دے سکتے ہیں۔ بیوی کے فوت ہو جانے پر شوہر کو اجنبی اور غیر مَحرَم قرار دینا محض جہالت پر مبنی عقیدہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع سے ایک جنازہ پڑھ کر تشریف لائے اور مجھے تلاش کیا، میرے سر میں درد تھا اور کہہ رہی تھی ہائے میرا سر پھٹا جا رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میرا سر۔ اے عائشہ! اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو تمہارے سارے کام میں خود کروں، تمہیں غسل دوں، تمہیں کفن پہناؤں اور خود تمہاری نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دوں اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ (مسند احمد)

جب رسول اللہ ﷺ کے غسل کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر یہ صورت حال (جیسا کہ نبی ﷺ کو غسل دیا گیا) مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو آپ ﷺ کو ازواج مطہرات ہی غسل دیتیں۔ (مسند احمد)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد غسل دیا۔ (موطا امام مالک کتاب الجنائز)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مرنے کے بعد غسل دیا۔ (دار قطنی جلد دوم)

مُحرِم کا غسل

حج یا عمرہ کرتے ہوئے جب آدمی حالت احرام میں ہو اور اسے موت آ دبوچے یا وہ کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو اسے بھی غسل دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص احرام کی حالت میں نبی ﷺ کے

ساتھ جارہا تھا کہ اس کی اونٹنی نے اسے گرادیا پس وہ انتقال کرگیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لوگو! حالت احرام میں مرنے والے اپنے بھائی کو پانی اور بیر کی پتی سے غسل دے دو اور اس کے ہی دونوں احرام کے کپڑوں میں اسے کفنا دو، اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور اس کے سر کو نہ ڈھانکو کیونکہ وہ بروز قیامت تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔ (بخاری)

شہید کے لئے غسل نہیں

میدان کارزار میں شہید ہونے والوں کو غسل نہیں دیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہیں خون سمیت دفنا دو، یہ بات آپ ﷺ نے احد کے دن فرمائی، اور آپ نے شہیدوں کو غسل نہیں دیا۔ (بخاری کتاب الجنائز)

دوسری روایت میں یوں فرمایا: میں ان کا گواہ ہوں انہیں خون سمیت لپیٹ دو جو بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوجائے وہ روز قیامت اس حال میں آئے گا کہ خون ٹپک رہا ہوگا، رنگ تو خون والا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی سی ہوگی۔ (سنن کبریٰ للبیہقی)

ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انہیں غسل مت دو ہر زخم سے روز قیامت کستوری کی خوشبو بھڑکے گی آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں فرمائی۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ احد کے روز حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں اس کی اہلیہ سے دریافت کرو، ان کی اہلیہ نے کہا کہ وہ ندائے جہاد سنتے ہی نکل گئے حالانکہ وہ جنبی تھے (یعنی انہیں غسل کی ضرورت تھی) تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسی لئے اسے فرشتوں نے غسل [1] دیا ہے۔ (مستدرک حاکم)

---

(۱) یہ حدیث غسل شہید کی دلیل نہیں ہے کیونکہ فرشتوں کا غسل دینا بطور کرامت ہے امر تکلیفی نہیں ہے۔ (فیضی)

غسل کے دوران خلاف سنت امور

غسل میت کا مسنون طریقہ اور اسکے احکام وغیرہ بتایا جا چکا، لیکن غسل میت میں بھی بہت سی غیر ثابت شدہ چیزیں رائج ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔

- غسل میت میں پردے کا اہتمام نہ کرنا اور کثیر تعداد میں لوگوں کا حاضر رہنا خلاف سنت ہے، غسل دینے، پانی ڈالنے اور پانی لا کر دینے وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ چار آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بھیڑ کی ضرورت نہیں۔
- سختی کے ساتھ میت کے پیٹ کو دبا دبا کر اندر کی چیزوں کو نکالنا اور یہ خیال کرنا کہ اگر اندر گندگی موجود ہے تو غسل صحیح نہیں ہوگا محض جہالت کی دلیل ہے۔
- وضو میں اعضاء وضو دھوتے وقت مختلف دعاؤں کا پڑھنا بدعت ہے، میت کو غسل دیتے وقت اعضاء وضو والی دعائیں اور کوئی مخصوص دعا پڑھنی بدعت ہے۔
- اعزہ واقارب اگر غسل میت کے مسنون طریقے سے واقفیت رکھتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ خود میت کو غسل دیں کسی ملاجی یا مولانا وغیرہ کے سپرد کر دینا محض ایک رواج ہے۔
- غسل کے بعد مردہ عورت کے بالوں کو لٹکا کر اس کے سینے پر چھوڑ دیا جاتا ہے، جو خلاف سنت ہے۔
- مُردہ عورت کو حیض ونفاس اور جنابت وغیرہ کی نیت سے غسل دینا اور آخر آخر میں میت کے غسل کا قصد کرنا خود ساختہ طریقہ ہے، اس طرح کا کوئی عمل سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔
- جس جگہ میت کو غسل دیا گیا ہے اسے ناپاک سمجھنا اور اس جگہ کی مٹی وغیرہ کھرچ کر باہر نکال پھینکنا ایک جاہلی عقیدہ ہے۔
- میت کو جہاں غسل دیا گیا ہے وہاں پر بلا ناغہ چراغ جلانا، روٹی، شربت، پانی، دودھ یا اور کوئی کھانے کی چیز رکھنا اور یہ سمجھنا کہ تین دن تک میت کی روح گھر کا چکر لگاتی رہتی ہے اور کھانے پینے کی چیزیں تلاش کرتی رہتی ہے یہ عقیدہ بھی جہالت پر مبنی ہے۔

کفن کا بیان

زندگی میں جو شخص میت کا سرپرست ہو وہی کفن تیار کرنے کا ذمہ دار بھی ہے کفن سفید، صاف ستھرے اور اچھے کپڑے سے تیار کیا جائے اور میت کے چھوڑے ہوئے مال سے کفن بنایا جائے اور اگر میت محتاج اور بے سہارا ہے تو اہل خیر اس کے کفن کا انتظام کریں کیوں کہ میت کو غسل کے بعد کفن دینا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مرنے والے کا ولی اپنے بھائی کے لئے اچھا کفن بنائے۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

مزید فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو، یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (ابوداؤد کتاب اللباس)

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں (میت کے مال سے) پہلے کفن بنایا جائے، پھر قرض ادا کیا جائے پھر وصیت پوری کی جائے۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قبر کھودنے اور غسل دینے کی اجرت کفن بنانے میں شامل ہے۔ (بخاری باب الکفن) (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسلمان کو کفن پہنایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے عمدہ ریشمی کپڑے اور کمخواب سے آراستہ فرمائے گا۔ (مستدرک حاکم)

شہید کا کفن

حقیقی شہید کے لئے غسل نہیں اور اسے انہیں کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا جو شہادت کے

---

(۱) یعنی میت کے ترکہ میں سے میت کو کفن دیا جائے اور اگر قبر کھودنے اور غسل دینے کی اجرت دینی پڑے تو کفن کی طرح میت کے ترکہ سے اجرت ادا کی جائے۔

وقت زیب تن تھے، ان کپڑوں کو اتارا نہ جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا تھا: انہیں ان ہی کے کپڑوں میں لپیٹ دو۔ (مسند احمد)

شہید کو اس کے کپڑوں کے اوپر سے ایک یا حسب ضرورت ایک سے زیادہ کپڑوں میں کفن دینا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔

حضرت خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی چنانچہ ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں محفوظ ہو گیا، ہمارے کچھ ساتھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور انہیں ہجرت سے کچھ مالی فائدہ نہ ہوا اور انہیں میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو غزوہ احد کے روز شہید ہو گئے، انہوں نے ایک دھاری دار چادر کے علاوہ کچھ بھی نہ چھوڑا چنانچہ اگر ہم ان کا سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چادر کو سر کی طرف ڈال دو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ چادر سے اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو۔ (بخاری کتاب الجنائز)

حضرت حمزہ بن مطلب رضی اللہ عنہ کو بھی ایک چادر میں کفن دیا گیا جس کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی کہ سر چھپاؤ تو پاؤں کھل جائے، پاؤں چھپاؤ تو سر کھل جائے چنانچہ سر کو ڈھانپ دیا گیا۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز)

اس سے معلوم ہوا شہداء کو انہیں کپڑوں میں دفن کیا جائے گا جو شہادت کے وقت ان کے جسم پر تھا لیکن حسب ضرورت ان کے جسم کو چھپانے کے لئے ایک اور ایک سے زیادہ چادر بھی استعمال کرنا مستحب ہے۔

محرم کا کفن

حالتِ احرام میں اگر کسی کی موت واقع ہوئی ہے تو اسے انہیں دونوں کپڑوں میں دفنایا جائے گا جو اس نے احرام میں باندھ رکھا تھا البتہ اس کا سر اور چہرہ کھلا رکھا جائے گا اور اسے خوشبو بھی نہیں لگایا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میدان عرفات میں تھا اچانک اپنی سواری سے گر گیا، اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی (راوی نے کہا اس نے اسے وہیں مار دیا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں کفن دو (دوسری روایت میں ہے اس کے ہی دونوں کپڑوں میں) خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر اور چہرہ چھپاؤ یہ روز قیامت تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔ (مسلم کتاب الحج)

استعمال شدہ کپڑوں کا کفن

ضروری نہیں کہ کفن کے کپڑے نئے ہوں بلکہ اپنا یا دوسرے کا استعمال کیا ہوا کپڑا بھی کفن میں شامل کیا جا سکتا ہے اور آدمی اپنی زندگی میں بھی اپنا کفن تیار کر سکتا ہے۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے غسل سے فراغت کے بعد اطلاع فراہم کرنے پر نبی ﷺ نے اپنا تہبند دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ اس کے جسم پر لپیٹ دو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیماری کے دوران جو کپڑا پہنے ہوئے تھے اس پر نظر ڈالی تو اسی پر زعفران کا ایک دھبہ تھا فرمایا یہ کپڑا دھل دو اور اس میں دو کپڑا اور ملا کر میرا کفن بناؤ۔ میں بولی یہ تو بوسیدہ ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مردہ کی نسبت زندہ نئے کپڑوں کا زیادہ مستحق ہے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

ایک روایت میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ایک اچھی چادر پہن کر باہر تشریف لائے، ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہ چادر مجھے عنایت فرمادیجئے۔ لوگوں نے اس سے کہا، تم نے اچھا نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو خواہش اور رغبت سے پہنا تھا۔ اور تم کو معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رَدّ نہیں فرماتے۔ اس شخص نے کہا، میں نے اس کو پہننے کے واسطے نہیں مانگا ہے بلکہ میں نے اس کو اپنے کفن کے واسطے مانگا ہے۔ سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے اسی چادر کا کفن دیا گیا۔ (بخاری کتاب الجنائز)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مرنے کے وقت صوف کا ایک پرانا جبہ نکلوایا۔ اور لوگوں سے کہا مجھے اسی پرانے جبّے میں کفنانا۔ جنگ بدر کے روز اس جبہ کو پہن کر میں نے جہاد کیا تھا اور اپنے کفن کے واسطے میں نے اسے چھپا رکھا تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ: ۱۹/۱ کتاب الجنائز للمبارکفوری ۳۳)

کفن کو معطر اور مشک بو کریں

عام مُردوں کے لئے یہ حکم ہے کہ ان کے کفن کو خوشبو میں بسایا جائے اسے دھونی دی جائے اور میت کو کفناتے ہوئے حنوط اور مشک وغیرہ کا استعمال کیا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میت کو (خوشبو کی) دھونی دو تو تین مرتبہ دو۔ (مسند احمد)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم میت کو خوشبو کی دھونی دو تو طاق عدد میں دو۔ (صحیح ابن حبان) لیکن محرم اس حکم سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ ابن عباس والی روایت میں تفصیل گزر چکی ہے۔

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے پاس جو مشک موجود ہے اس مشک کے بجائے حنوط کا استعمال کرنا اور فرمایا یہ مشک رسول اللہ ﷺ کے حنوط کا بچا ہوا حصہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب خوشبوؤں میں بہتر تمہاری مشک ہے۔ (ابوداؤد)

حنوط چند خوشبودار چیزوں کا مرکب ہے جو مردے کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں اگر حنوط دستیاب ہو تو اسے استعمال کریں ورنہ مشک یا عطر وغیرہ سے کفن اور مردے کو مشک بو یا معطر کریں۔

کفن میں افضل کیا ہے؟

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سحول (یمن) کے بنے ہوئے تین سوتی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس میں نہ تو قمیص تھی نہ عمامہ، نبی اکرم ﷺ کو ان میں اچھی طرح لپیٹ دیا گیا۔ (بخاری کتاب الجنائز)

یہ روایت صحیح بھی ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل بھی ہے۔ تاہم مردوں کا کرتا، ازار اور لفافہ میں کفنانا بھی ثابت ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میت کو کرتا پہنایا جائے اور ازار پہنایا جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اگر ایک کپڑے کے سوا میسر نہ ہو تو ایک ہی کپڑے میں تکفین کی جائے۔ (مؤطا امام مالک)

صحابہ کے آثار سے بھی اسے تقویت ملتی ہے لیکن مردوں کو تین لفافے میں کفنانا افضل ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ تین لفافے میں کفنائے گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل رہا ہے اور یہی افضل ہے۔

مردوں کو کفنانے کا طریقہ

مرد میت کو تین لفافوں میں کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ غسل کے بعد کسی کپڑے سے اس کے جسم کو خشک کر لیا جائے اور تینوں لفافوں کو ایک دوسرے پر بچھا دیا جائے۔ پھر کسی کپڑے سے

ڈھک کر میت کو لایا جائے اور بچھے ہوئے لفافوں پر اسے چت لٹا دیا جائے پھر سجدہ کی جگہوں یعنی دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں دونوں قدم کے اگلے حصےاور پیشانی وناک پر کافور ملا جائے۔اگر حنوط میسر ہوتو اسے کفن کے درمیان اور جسم کے پوشیدہ حصوں میں رکھا جائے ورنہ پھر کسی اور خوشبو مشک عطر وغیرہ سے میت اور کفن کو معطر یا مشک بو کیا جائے۔

پھر اوپر کے لفافے کو داہنی طرف کو لپیٹیں پھر اسی طرح نیچے کے دوسرے لفافے کو لپیٹیں پھر تیسرے لفافے کو پھر سر اور پاؤں کی طرف کفن کو گرہ دیں تا کہ کفن منتشر نہ ہو۔

(کتاب الجنائز للمبارکفوری)

کُرتے اور لفافے میں کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ بچھائیں پھر اس پر ازار بچھائیں۔ پھر میت کو پہلے کرتا پہنا کر ازار لپیٹیں اس کے بعد سر اور پیر کی طرف گرہ دیں۔(کتاب الجنائز للمبارکفوری)

عورتوں کو کفنانے کا طریقہ

عورت (میت) کو پانچ کپڑوں میں کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ غسل کے بعد اس کے بھی جسم کو کسی کپڑے سے خشک کر لیا جائے اور اس کے بھی اعضاء سجود پر مرد کی طرح کافور ملا جائے اور حنوط یا عطر کا استعمال کیا جائے اور عورت کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دینا چاہیئے۔سر کے آگے کے بالوں کی ایک چوٹی بنائی جائے اور سر کے دونوں جانب کے بالوں کی دو چوٹیاں بنائی جائیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کی بیٹی کے بالوں کو کنگھی کر کے تین حصے کیے اور ان کو پیچھے ڈال دیا۔(بخاری کتاب الجنائز)

عورت کو پہلے تہبند لپیٹیں اور تہبند کو زندہ کی طرح کمر سے نہ باندھیں بلکہ بغل سے لے کر سینہ اور کمر اور ران وغیرہ بدن کے جس قدر حصہ پر لپیٹ سکیں لپیٹیں پھر کرتا پہنائیں پھر خمار یعنی سر بند

سے اس کے سر اور بالوں کو چھپائیں پھر دونوں لفافوں میں لپیٹیں پھر سر اور پیر کی طرف کفن کو گرہ دیں۔

عام طور سے مردوں کو تین اور عورتوں کو پانچ کپڑے کفن میں دیئے جاتے ہیں لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابوداؤد کی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے جس میں عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانے کا صراحۃ تذکرہ ہے۔ (احکام الجنائز للالبانی ۶۴)

مزید لکھتے ہیں کہ "عورت کا کفن مرد کی طرح ہوگا فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (ایضاً ۶۵)

لیکن دوسرے معاصر محققین علماء آج بھی عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانے کو افضل قرار دیتے ہیں اور ان کے پاس اس ضعیف روایت کے علاوہ دوسرے دلائل بھی ہیں، ذیل میں ہم دکتور فضل الرحمٰن المدنی کا فتویٰ نقل کر رہے تا کہ عام وخاص تمام حضرات اس مسئلے کو سمجھ سکیں:

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اگر چہ کفن کے سلسلے میں مرد اور عورت دونوں کو مساوی قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ عورت کو بھی مرد کی طرح تین کپڑوں میں کفنایا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا" اور عورت کو خصوصی طور سے زیادہ کپڑوں میں کفن دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور لیلیٰ بنت قائف الثقفیہ کی روایت جس میں پانچ کپڑوں میں کفن دینے کا تذکرہ وہ ضعیف ہے، اس واسطے دونوں (مرد وعورت) برابر ہیں۔ معاصر علماء کرام میں سے بہت سے لوگوں نے علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر قانع ہو کر اسی رائے کو اختیار کر لیا ہے، حالانکہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند سے مروی ہے کہ "فکفناها فى خمسة اثواب وخمرناها كما يخمر الحى" ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو پانچ کپڑوں میں کفنایا اور ان کو بالکل ویسے ہی دوپٹہ اڑھایا جس طرح زندہ کو اڑھایا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری: ۳/۱۳۳ باب كيف الاشعار للميت میں مذکور ام عطیہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں "وروى الجوزقى (كذا فى الفتح وفى النيل والمرعاة، الخوارزمى) من طريق ابراهيم بن حبيب بن الشهيد عن هشام عن حفصة عن ام عطية قالت: فكفناها فى خمسة اثواب وخمرناها كما يخمر

الحی۔ وھذہ الزیادہ صحیحة الاسناد۔یعنی جوزقی (خوارزمی) نے ابراہیم بن حبیب بن شہید عن ہشام عن حفصہ عن ام عطیہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر ہم نے انہیں پانچ کپڑوں میں کفنایا اوران کواس طرح دوپٹہ اڑھایا جس طرح زندہ کواڑھایا جاتا ہے۔اور یہ زیادتی صحیح الاسناد ہے۔

مذکورہ بالا زیادتی کو علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ''نیل الاوطار'' (۳۹/۴) میں اور شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے ''مرعاۃ'' (۳۵۹/۵) میں ''فتح الباری'' کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کسی نے بھی اس پر کلام نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجلۂ محدثین کرام کے نزدیک ام عطیہ کی حدیث میں وارد عورتوں کے لئے ''پانچ کپڑے میں تکفین'' والی بات صحیح ہے، بلکہ نواب صدیق حسن خان نے ''الروضۃ الندیہ (۱۲/۱) میں لیلیٰ بنت فائق الثقفیۃ کی حدیث کو قابل اعتبار قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "ولم یثبت عنه ﷺ کون الکفن علی صفة من الصفات او عدد من الاعدادالا ماکان منه ﷺ فی تکفین ابنتی ام کلثوم وھذا الحدیث وان کان فیه مقال لکنه لا یخرج من حدالاعتبار".

اورامام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمة الباب "کیف الاشعار للمیت" میں یہ کہنا کہ "وقال الحسن الخرقة الخامسة یشدبهاالفخذین والورکین تحت الدرع" اورحسن بصری نے کہا ہے کہ ''پانچویں کپڑے سے قمیص کے اندر سے دونوں سرین اور ران باندھے جائیں گے'' اس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے گا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "ھذا یدل علی ان اول الکلام ان المراۃ تکفن فی خمسة اثواب وقد وصله ابن شیبة ".

(فتح الباری:۱۳۳/۳)

یعنی یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کلام کی ابتداء یہ ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے گا اور اس طرح کی حدیث کوابن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔

نیز یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے۔علامہ ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال ابن المنذر اکثر من نحفظ عنه من اهل العلم یری ان تکفن المراة فی خمسة اثواب" (انظر المغنی لابن قدامة المقدسی ۲/ ۱۷۲، مسئلة ۱۰۲۹)

ابن منذر نے کہا ہے کہ ''اکثر اہل علم جن سے ہم نے یاد کیا ہے کا یہی خیال ہے کہ عورت کو کفن میں پانچ کپڑے دیئے جائیں گے'' اور پھر عدد کے بارے میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہے۔

رہی علامہ البانی رحمہ اللہ کی تضعیف تو میرے خیال میں انہوں نے لیلیٰ بنت قائف الثقفیہ کی سند کو دیکھا جو ضعیف ہے اور پھر ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی پانچ کپڑوں والی حدیث کے بارے میں علامہ زیلعی کا قول ''نصب الرایہ (۲/۲۶۳) میں "غریب من حدیث ام عطیة" دیکھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ام عطیہ کی حدیث مجھے نہیں ملی'' جس سے انہوں نے اس کو بھی بے سند سمجھ لیا اور کہہ دیا کہ ''عورت کے پانچ کپڑوں میں تکفین کے سلسلے میں کوئی صحیح حدیث نہیں، اس واسطے مرد کی طرح اس کو بھی تین کپڑوں میں کفنایا جائے گا'' جب کہ ام عطیہ والی صحیح الاسناد حدیث موجود ہے۔میرے سامنے ''الروضۃ الندیۃ'' کا محمد صبحی حسن خلاق کی تعلیق وتخریج کے ساتھ مطبوعہ نسخہ ہے، انہوں نے بھی لیلیٰ بنت قائف الثقفیہ کی حدیث کے بارے میں نواب صاحب کے قول "وهذا وان کان فیه مقال لکنه لا یخرج عن الاعتبار" پر کوئی نوٹ نہیں لگایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس سے اتفاق رکھتے ہیں اور غالباً انہوں نے ایسا ام عطیہ والی حدیث کی بنا پر کیا ہوگا۔

بہر حال میرے نزدیک ام عطیہ کی مذکورہ بالا حدیث اور دیگر وجوہ جن کی طرف اوپر اشارہ ہو چکا ہے کی بنا پر عورت کے کفن میں پانچ کپڑے دینا مسنون اور افضل ہے اور غیر مسنون کہہ کر اس سے منع کرنا درست نہیں۔ (صوت الحق: جون ۲۰۰۸ء)

مزید اطمینان کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ (۱۳/۱۲۷) عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن باز صلاۃ المومن (۱۲۵۶-۱۲۶۱۰) الدکتور سعید بن علی بن وہف القحطانی، فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ العلمیۃ والافتاء (۳۶۳/۸) الشیخ احمد بن عبدالرزاق الدویش۔

تکفین کی بدعات

غسل میت کے بعد کفن پہنانے کی باری آتی ہے اور اس میں بھی شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے لیکن مسلمانوں میں کچھ ایسی چیزیں رائج ہیں جو سنت رسول سے ثابت نہیں ہیں بلکہ وہ سب بدعات ہیں جن سے کنارہ کشی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

- میت کو ایک کپڑے میں لپیٹ کا چادروں پر چت لٹا دیا جاتا ہے پھر کچھ لوگ چادروں کا ایک ایک کونا پکڑ کر ایک آواز میں سورۃ الملک یعنی تبارک الذی بیدہ الملک مکمل بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں اور کلمۂ شہادت پڑھ کر چادروں کو لپیٹ دیتے ہیں۔ تبارک الذی کا پڑھنا سنت نہیں بدعت ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔
- کفن پر کسی طرح کی کوئی بھی تحریر سنت سے ثابت نہیں ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کلمہ طیبہ، عہدنامہ، یا قرآنی آیات وغیرہ لکھنا صریح بدعت ہے۔
- میت کی پیشانی اور سینے پر حنوط پھیلا کر اس پر کلمہ طیبہ لکھنا تاکہ وہ منکر نکیر کے سوالوں کا بآسانی جواب دے سکے ایک جاہلانہ عقیدہ ہے۔
- کسی کپڑے اور کاغذ پر قرآنی آیات، کلمۂ طیبہ یا دیگر اذکار لکھ کر میت کے سینے پر رکھ دینا کہ اس سے میت کے عذاب میں تخفیف ہوگی ایک خود ساختہ طریقہ ہے۔
- چھوٹے بچے اور بچیوں کے انتقال کر جانے پر انہیں کفن کے بجائے نئے کپڑے (سوٹ وغیرہ) پہنا کر دفن کرنا سنت رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔
- دولہا اور دولہن میں سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو کفن کے بجائے اسے شادی کے

کپڑے اور سہرا وغیرہ پہنا کر دفن کرنا اسلامی تعلیمات سے بغاوت کے مترادف ہے۔

- کاغذ پر میت کا نام لکھ کر اس کے ساتھ یہ تحریر کرنا کہ یہ میت کلمہ شہادت کا قائل تھا نیز اس کے ساتھ اہل بیت رسول اللہ (ﷺ) کے نام بھی لکھنا اور اس تحریر کو کفن میں ڈال دینا یہ بھی بدعت اور جہالت پر مبنی عقیدہ ہے۔
- مردے کو مہنگا اور قیمتی کپڑا اس عقیدے سے کفن میں دینا کہ مردے اپنی قبروں میں کفن کے کپڑوں اور ان کے حسن پر باہم ایک دوسرے سے فخر ومباہات کرتے ہیں اور جس کا کفن ہلکا ہوتا ہے اسے عار دلاتے ہیں ایک جاہلانہ عقیدہ ہے۔
- کفن پہنانے کے بعد عام لوگوں میں میت کے دیدار کے لئے اعلان کرنا اور بلانا سنت سے ثابت نہیں ہے۔
- کفن کو اس عقیدے سے آب زم زم میں بھگو کر رکھنا کہ اس سے عذاب میں تخفیف ہوگی غیر ثابت عمل ہے۔
- کسی بزرگ کے عمامے یا کسی اور کپڑے میں کفن دینا اور یہ سمجھنا کہ اس سے میت عذاب قبر سے محفوظ رہے گا یہ بھی سنت سے ثابت نہیں ہے۔
- کفن میں عمامہ کا رواج بدعت ہے سنت سے ثابت نہیں۔

جنازے میں شرکت کی دو صورتیں

مسلمانوں کے جنازے میں شریک ہونا ایک مسلمان کا حق ہے جس سے غفلت اور کوتاہی کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہاں وقت اور مصروفیت کے تقاضوں کے مطابق اس کی دو صورتیں بنتی ہیں اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے دونوں صورتوں پر عمل کیا ہے اور الحمد للہ آج بھی مسلمان کا عمل ہے۔

پہلی صورت: گھر سے جنازے کے ساتھ جانا، نماز پڑھنا اور تدفین کے بعد واپس آجانا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف آوری کے

بعد...... (ہم لوگ) رسول اللہ ﷺ کو موت واقع ہونے کے بعد اطلاع کرتے پھر آپ تشریف لاتے اور اس کی نماز جنازہ ادا کرتے بسا اوقات فوراً پلٹ جاتے اور کبھی دفن تک رک جاتے۔ (مختصراً) (صحیح ابن حبان)

لیکن دو صورتوں کا ثواب جداگانہ ہے اس لئے آدمی زیادہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے اور نماز پڑھے اسے ایک قیراط (ثواب) ملے گا اور جو جنازہ کے ساتھ چلے اور تدفین تک موجود رہے اسے دو قیراط ملے گا، عرض کیا گیا دو قیراط کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: دو بڑے پہاڑ کی طرح۔ (بخاری کتاب الجنائز)

جنازہ میں شرکت اور اس کے آداب

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق ہیں جن کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہئے، قرآن وحدیث میں مختلف جگہوں پر اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں جن میں سے جنازہ کے ساتھ جانا اور اسے کاندھا دینا بھی ہے۔

۱) سلام کا جواب دینا۔ ۲) مریض کی تیمارداری کرنا۔ ۳) جنازے کے ساتھ جانا۔ ۴) دعوت قبول کرنا۔ ۵) چھینکنے والے کا جواب دینا یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سن کر یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا۔

(بخاری کتاب الجنائز)

جنازے میں شرکت سے جہاں ایک مسلمان کے حق کی ادائیگی ہوتی ہے وہیں دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے آخرت کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مریض کی عیادت کرو اور جنازوں کے ساتھ جاؤ۔ (یہ دونوں عمل) آخرت کی یاد دلائیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

تیسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنازے کے ساتھ جاتا ہے، اسے کاندھا دیتا ہے اور نماز پڑھتا

ہے تو ایک قیراط ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، براء بن عازب اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے اور نماز پڑھے اسے ایک قیراط (ثواب) ملے گا۔ (بخاری کتاب الجنائز)

جنازہ لے جانے میں جلدی کرنے کا حکم ہے لیکن دوڑنا نہیں چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازہ لے جانے میں جلدی کرو اگر وہ اچھا ہے تو بہتر چیز ہے جسے تم آگے بھیج رہے ہو اور اگر وہ برا ہے تو ایک بوجھ ہے جو تم گردن سے اتار رہے ہو۔ (بخاری کتاب الجنائز)

آگے پیچھے دائیں بائیں جنازے کے ساتھ قریب قریب ہو کر پیدل چلنا افضل ہے تا کہ جنازے کو کندھا دینے میں آسانی ہو بہت آگے نکل جائے نہ بہت پیچھے رہ جائے بلکہ جنازے سے قریب رہے جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا اگرچہ افضل ہے لیکن کسی وجہ سے یا عذر کی وجہ سے سوار ہو کر جانا بھی جائز ہے لیکن سوار شخص جنازہ کے پیچھے چلے گا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سوار شخص جنازہ کے پیچھے چلے اور پیدل جنازہ کے پیچھے، آگے، دائیں، بائیں اس کے قریب قریب چلے۔

(مسند احمد: ۳۸۹/۴، ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے، سواری پیش کی گئی، آپ ﷺ نے سوار ہونے سے انکار کر دیا، جب جنازہ سے فارغ ہو کر لوٹنے لگے تو دوبارہ سواری پیش کی گئی تو آپ سوار ہو گئے۔ آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: فرشتے پیدل چل رہے تھے اس لئے میں نے سوار ہونا پسند نہیں کیا اور جب وہ چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک

جنازہ میں گئے تو رسول اللہ ﷺ نے چند لوگوں کو سوار دیکھ کر فرمایا: تمہیں اللہ سے حیا نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے پیدل چل رہے ہیں اور تم جانوروں کی پیٹھوں پر سوار ہو۔ (ترمذی ابواب الجنائز)

فاسق وفاجر کی نماز جنازہ

ایسا بدکردار جو گناہ اور محرمات میں غرق ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ کا تارک۔ بشرطیکہ اسے واجب سمجھتا ہو، زانی، شرابی اور ایسے ہی دوسرے گنہگاران کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ البتہ اہل علم اور پرہیزگار لوگوں کو بطور سزا نماز جنازہ نہیں ادا کرنی چاہئے تاکہ دوسروں کو اس سے نصیحت وعبرت حاصل ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا اس بارے میں کئی احادیث ہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ سے کسی کی نماز جنازہ ادا کرنے کی درخواست کی جاتی تو آپ اس کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اگر اچھی رائے بیان ہوتی تو نماز پڑھا دیتے اور اگر اس کے متعلق اچھی رائے نہ ہوتی تو اس کے اہل خانہ سے فرماتے خود ہی پڑھ لو۔ اور آپ ﷺ خود نماز ادا نہ فرماتے۔ (مسند احمد، احکام الجنائز للالبانی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بیمار ہوا اور اس کی موت کی خبر مشہور ہوئی تو اس کا ہمسایہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں شخص مر گیا، آپ نے فرمایا: تجھے کیسے معلوم ہوا؟ بولا: میں خود دیکھ کر آیا ہوں، آپ نے فرمایا: وہ نہیں مرا۔ پھر وہ لوٹ گیا، اس کے بعد پھر اس کی موت کی خبر مشہور ہوئی پھر وہی شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں شخص مر گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ نہیں مرا۔ وہ پھر لوٹ گیا۔ اس کے بعد پھر اس کی موت کی خبر مشہور ہوئی تو اس کی بیوی نے اس شخص سے کہا کہ جا کر رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع کرو، وہ بولا اے اللہ! لعنت کر اس پر۔ راوی نے کہا: پھر وہ شخص اس مریض کے پاس آیا اور دیکھا کہ اس نے تیر کی پیکان سے اپنے گلے کو کاٹ لیا ہے تب وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ مر گیا ہے، آپ نے فرمایا: تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ بولا

میں خود اسے دیکھ کر آیا ہوں، اس نے تیر سے اپنا گلہ کاٹ لیا ہے، آپ نے فرمایا: تو نے دیکھا ہے؟ وہ بولا ہاں، نبی علیہ السلام نے فرمایا: تو میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت عبداللہ بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک شخص خیبر کے دن مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: تم اس کی نماز (جنازہ) پڑھ لو، اس حکم سے لوگوں کے چہرے اتر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: اس نے مال غنیمت میں چوری کی ہے جب ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو یہودیوں کا ایک موتی نکلا جس کی قیمت دو درھم بھی نہ تھی۔ (موطا امام مالک)

فاسق، فاجر، خائن اور خودکشی وغیرہ کرنے والے (مسلمان) کو بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن نہ کیا جائے کچھ لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ایک سوال کا جواب اس طرح دیا ہے:

''خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا اور اسے مسلمانوں کے ساتھ دفن بھی کیا جائے گا اس لئے کہ وہ گنہگار ہے کافر نہیں کیونکہ خودکشی معصیت ہے کفر نہیں، لہٰذا جو شخص خودکشی کرے والعیاذ باللہ اسے غسل دیا جائے گا، اس کی نماز پڑھی جائے گی اور اسے کفن دیا جائے گا لیکن معروف عالم دین اور ایسے لوگوں کو جن کی خاص اہمیت ہو چاہئے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ وہ اس کے عمل سے راضی ہیں۔ اس لئے معروف عالم دین، بادشاہ، قاضی، چیئرمین بلدیہ یا امیر شہر اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے جنازہ ترک کر دیں اور یہ اعلان کر دیں کہ خودکشی کرنا غلط ہے تو یہ ایک اچھی بات ہے لیکن بعض نمازیوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھ لینی چاہئے۔ (فتاویٰ اسلامیہ: ۲/۹۹، مجموع فتاویٰ ابن بازؒ: ۱۳/۱۶۰)

مقروض کی نماز جنازہ

ایسا مقروض جو اپنے پیچھے اتنا مال نہ چھوڑے جس سے اس کا قرض ادا ہو سکے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں نماز جنازہ چھوڑی تھی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان

فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اسی اثناء میں ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، آپ نے فرمایا: کیا اس پر قرض بھی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں، آپ نے کہا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ کہا گیا نہیں، تب آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔

پھر دوسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھادیں آپ نے فرمایا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ بتایا گیا تین دینار چھوڑے ہیں تب آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

پھر تیسرا جنازہ لایا گیا، لوگوں نے کہا اس کی نماز جنازہ پڑھادیں، آپ نے فرمایا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: اس پر کچھ قرض بھی ہے، لوگوں نے جواب دیا: تین دینار۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بولے، اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں، میں اس کے ادائیگی قرض کا ذمہ لیتا ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری کتاب الحوالات، کتاب الکفالہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسا جنازہ بھی آتا جس کے ذمہ قرض ہوتا، آپ ﷺ پوچھ لیتے کہ کیا اس نے مال چھوڑا ہے، جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے، اگر لوگ کہتے کہ ہاں چھوڑا ہے تو آپ نماز جنازہ پڑھتے ورنہ لوگوں سے فرماتے کہ تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات نصیب فرمائیں تو آپ نے فرمایا: میں دنیا و آخرت میں مومنین کی اپنی ذات پر بھی مقدم ہوں اگر پسند کرو تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لو:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (احزاب:٦) بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے۔ جو مقروض وفات پائے اور برائے ادائیگی مال بھی نہ چھوڑے تو اس کی ادائیگی کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے۔

(بخاری کتاب الفرائض)

شہید کی نماز جنازہ

جو شخص معرکۂ حق وباطل میں کفار ومشرکین کے ہاتھوں شہید ہو جائے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں دو رائیں ہیں نہ پڑھنا جائز ہے اور پڑھ لینا بہتر ہے اور دونوں عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (بخاری کتاب الجنائز)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک روز نکلے اور آپ نے شہدائے احد پر اس طرح نماز پڑھی جیسا کہ میت پر پڑھی جاتی ہے۔ (بخاری کتاب المغازی)

حضرت شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کیا...... کچھ مدت کے بعد لوگ دشمن سے قتال کرنے کے لئے گئے، اس آدمی کو نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو اسے تیر لگ چکا تھا پھر نبی ﷺ نے اس کے جبے میں ہی اسے کفن دیا اور پھر اس کے آگے کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (نسائی کتاب الجنائز)

اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن نماز جنازہ پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ دعا اور عبادت ہے جو اجر وثواب میں اضافے کا باعث ہے اور چھوڑ دینا بھی جائز ہے کیونکہ دلائل کی روشنی میں شہید کی نماز جنازہ واجب نہیں ہے۔

بچوں کی نماز جنازہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ نا تمام بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا کی جائے گی۔ (مسند احمد، ابوداؤد کتاب الجنائز)

ناتمام بچے سے مراد ہے وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں چار ماہ مکمل کر چکا ہو اور اس میں روح پھونک دی گئی ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری پیدائش کا طریق کار یہ ہے کہ چالیس دن تک وہ شکم مادر میں نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اتنے ہی روز تک خون کے لوتھڑے کی شکل میں پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کی بوٹی کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر ایک فرشتہ بھیج دیا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

اگر چار ماہ سے قبل حمل ساقط ہو جائے تو وہ محض گوشت کا لوتھڑا ہے نہ اس میں روح ڈالی گئی ہے نہ ہی اسے میت کہیں گے نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم نے اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پائی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس انصاریوں کا ایک (فوت شدہ) بچہ لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (مسلم، نسائی)

مذکورہ دونوں روایتوں میں تضاد نہیں ہے، ابراہیم پر نماز جنازہ نہ پڑھنا ممانعت کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں پر نماز جنازہ پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ بچوں پر نماز جنازہ شرعاً جائز ہے اور پڑھ لینا بہتر ہے۔

جسے حد لگائی گئی ہو اس کی نماز جنازہ

کسی مجرم کو شرعی قوانین کے تحت جو سزا دی جاتی ہے اسے "حد" کہتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جو "زنا" کی وجہ سے حاملہ تھی، اس نے درخواست کی اے اللہ

کے رسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایک ایسا قصور ہوا ہے جس کی وجہ سے حد لگتی ہے لہٰذا آپ نافذ فرمائیں، آپ ﷺ نے اس کے سرپرست رشتہ دار کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب وضع حمل سے فارغ ہو جائے تو میرے پاس لے آنا، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیئے گئے، پھر آپ ہی کے حکم سے رجم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، آپ زانیہ کی بھی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر ستر اہل مدینہ پر تقسیم کردی جائے تو سب کی کفایت کر جائے۔ صرف اللہ کے خوف سے جان پیش کر دینے والی سے بہتر کسی کی توبہ تم نے دیکھی ہے۔ (مسلم کتاب الحدود)

جس کسی پر شرعی حد قائم کی گئی ہو اس کی موت واقع ہو جائے یا بعد میں مرے تو اس کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اس کی نماز جنازہ پڑھنی بلا کراہت جائز ہے۔(1)

غائبانہ نماز جنازہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو نجاشی کی موت کی خبر اسی روز پہنچادی جس روز وہ فوت ہوا۔ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ جنازہ گاہ تشریف لے گئے ان کی صف بنائی اور چار تکبیریں کہہ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری ومسلم)

غائبانہ نماز جنازہ کافی اختلافی ہے اور اس سلسلے میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں جو عوام الناس کے لئے مفید نہیں ہیں، احادیث کے مطالعے سے جو باتیں سمجھ میں آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ا) رسول اللہ ﷺ نے صرف اور صرف نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی ہے، اس لئے ہر غائب میت پر نماز جنازہ ادا کرنا آپ کی سنت نہیں ہے، اسی طرح سے عام طور سے غائبانہ جنازہ

---

(1) حدیث کے مطابق جس پر حد لگادی جاتی ہے وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے اس لئے یہ تو بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔ (فیضی)

کی درخواست اور اس پر عمل جائز نہیں۔

۲) جب میت پر کسی وجہ سے نماز جنازہ نہ ادا کی جاسکی ہو تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنی جائز ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ کے ان افراد پر فرض ہے جو صحیح صورت حال سے واقف ہوں۔

۳) نماز جنازہ غائبانہ ہر ایک کا نہیں پڑھا جائے گا بلکہ صرف اس کی غائبانہ نماز پڑھی جائے گی جس کا اسلام میں کوئی خاص مقام و مرتبہ ہو جیسے سلطان وقت، مفتی اعظم، مجدد عصر وغیرہ۔

۴) عام مسلمانوں کی موت کی خبر سن کر غائبانہ جنازہ پڑھنے سے بہتر عمل یہ ہوگا کہ میت کے حق میں نہایت اخلاص سے دعاء مغفرت کی جائے۔

کافر اور منافق کی نماز جنازہ یا دعا و استغفار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن ابی (منافق) فوت ہوا تو صحابی رسول حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، عرض کیا: اپنی قمیص مجھے عطا فرما دیجئے، میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں گا اور اس کے لئے دعا فرما دیجئے اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائیے، چنانچہ آپ ﷺ نے قمیص دے دی، اور فرمایا: جب کفن تیار کرلو تو مجھے بتانا، جب آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو روک لیا۔ اور عرض کیا: اللہ نے آپ کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع کیا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دو باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، بخشش کی دعا کروں یا نہ کروں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ﴾ (توبہ:۸۴)

جب کوئی منافق مرے تو کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعاء مغفرت کرنا، اس کے بعد نبی ﷺ نے منافقوں کی نماز جنازہ پڑھانی ترک کردی۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُوْلِي قُرْبَى﴾ (توبہ:۱۱۳)

نبی ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگر چہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔

یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ جس کی موت کفر پر ہوتی ہے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ ہی اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آیت قرآنی اور دلیل اجماع سے کافروں کی نماز جنازہ ادا کرنا یا ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا حرام ہے۔

(المجموع ۵/۱۴۴)

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا

نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا کہ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جایا کریں۔ احادیث میں بصراحت اس کا تذکرہ ہے لیکن بعد میں آپ نے بیٹھنے یا بیٹھے رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اس لئے پہلی قسم کی احادیث کو کچھ علماء منسوخ مانتے ہیں اور کھڑے ہونے سے منع کرتے ہیں جب کہ کچھ علماء دوسری قسم کی حدیثوں کو ناسخ نہیں مانتے بلکہ دونوں میں تطبیق کی صورت پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا بہتر ہے اور بیٹھا رہ جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو جنازہ میں کھڑے ہوتے دیکھا تو ہم بھی کھڑے ہوئے اور آپ بیٹھنے لگے تو ہم بھی بیٹھنے لگے۔ (مسلم کتاب الجنائز)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنازوں میں کھڑے ہو جاتے تھے پھر بعد میں بیٹھنے لگے۔ (موطا الامام مالک، کتاب الجنائز)

حضرت حسن اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو حضرت حسن رضی

اللہ عنہ کھڑے ہو گئے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کھڑے نہ ہوئے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کھڑے نہیں ہوئے تو انہوں نے جواب دیا "قام و قعد" کھڑے ہوئے اور بیٹھ گئے"۔

(نسائی کتاب الجنائز)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازوں میں کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا پھر بعد میں (آپ) بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔ (صحیح ابن حبان)

جنازے کے ساتھ ممنوع امور

جنازہ کو کندھا دیتے ہوئے قبرستان تک لے جانے کے آداب وغیرہ کا تذکرہ ہو چکا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ کچھ ممنوع امور کا تذکرہ بھی احادیث میں موجود ہے جس سے اجتناب ہر حال میں ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازے کے ساتھ آگ اور آواز نہ جائے۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

یعنی جنازے کے ساتھ آہ و بکا، چیخ و پکار اور کسی طرح کا شور شرابہ نہ ہو بلکہ خاموشی کے ساتھ جنازہ لے کر چلیں اسی طرح آگ، اگربتی یا دھونی وغیرہ بھی لے کر جنازے کے ساتھ نہ جائیں۔

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جنازوں کے پاس آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الجنائز)

ایسے موقعوں پر عیسائیوں میں بلند اور غمگین آواز سے انجیل وغیرہ پڑھنے کا رواج ہے، بلکہ کافروں کی تقلید کرتے ہوئے بعض اسلامی ممالک میں بھی آلات موسیقی پر غمناک راگ گائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس فتنے سے مسلمانوں کو بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں بڑی اچھی رہنمائی فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں: صحیح اور مختار بات یہ ہے کہ جنازے کے ساتھ بالکل خاموشی کے ساتھ چلا جائے جیسا کہ صحابہ کرام اور

دیگر سلف صالحین کرتے تھے۔ قرأت قرآن، ذکر یا کسی دوسری چیز کو باآواز بلند نہ پڑھا جائے، اس کی حکمت بالکل واضح ہے کہ آدمی کے خیالات وافکار پرسکون اور مجتمع رہتے ہیں وہ جنازے اور موت کے بارے میں غور کرسکتا ہے اور یہی بات اس موقع پر مطلوب ہے اور یہی صحیح ہے، اس حکم کے مخالفین کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ (الاذکار للنووی: ۱۷۱)

جنازے کے ساتھ جاتے ہوئے آدمی فضول گفتگو سے پرہیز کرے اور خاموشی کے ساتھ میت کو کندھا دیتے ہوئے قبرستان پہنچے اور اپنے انجام پر غور وفکر کرے کہ کل تک ہم جس کے ساتھ ہنستے بولتے تھے ساتھ رہتے تھے آج اسی کو کندھا دے کر قبرستان لائے اور منوں مٹی میں اسے دبا کر چلے جائیں گے کل ہمارا بھی انجام یہی ہونے والا ہے۔

عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے کی ممانعت لیکن نماز کی اجازت

دو قیراط کا ثواب صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں، اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روکا ہے، اس ممانعت کے سلسلے میں اگرچہ علماء کہتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہہ کے طور پر ہے اور نہی تنزیہہ کا مطلب ہے کہ وہ کام نہ کرنا بہتر ہے لیکن اگر کرلیا جائے تو کوئی گناہ نہیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے روکا تو جاتا تھا (ایک روایت میں ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے روکا تھا) لیکن سختی سے نہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین کا جنازے کے پیچھے چل کر جانا درست نہیں ہے ہاں خواتین نماز جنازہ میں شریک ہوسکتی ہیں، انہیں اس سے نہیں منع کیا گیا ہے بلکہ خواتین مسجد نبوی میں نبی

کریم ﷺ کے ساتھ اور آپ کے بعد بھی نماز جنازہ پڑھتی رہی ہیں۔

حضرت ام سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لاؤ تا کہ میں بھی نماز جنازہ ادا کرسکوں، لوگوں نے (مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا) ناپسند کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں یعنی سہل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ (مسلم کتاب الجنائز)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز جنازہ پڑھنے سے عورتوں کو نہیں منع کیا گیا خواہ نماز جنازہ مسجد میں ادا کی جارہی ہو یا گھر میں یا جنازہ گاہ میں۔ عورتیں مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھی اور آپ کے بعد بھی نماز جنازہ پڑھتی رہی ہیں۔ (صحیح مسلم، الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد، حدیث نمبر ۹۷۳، فتاوی اسلامیہ ۲/۵۲)

جنازے کی بدعات وخرافات

جس چار پائی یا تابوت وغیرہ میں میت رکھ کر لے جاتے ہیں اسی کو جنازہ کہتے ہیں، جنازہ کے سلسلے میں بھی بہت سی چیزیں پائی جاتی ہیں جن کا سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ بدعات ہیں اور غیر اقوام کے میل وجول سے در آئی ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

- جنازے پر پھول ڈالنا اور دوسری زیب وزینت سے اسے آراستہ کرنا غیر اقوام کی نقالی ہے۔
- جنازے کے اوپر اگر پردہ پوشی کے لئے کوئی چادر ڈالی جائے تو کوئی حرج نہیں مگر سبز رنگ کی چادر اور اس پر کلمۂ طیبہ، آیت الکرسی اور دوسری قرآنی آیات وغیرہ لکھ کر رکھنا، یہ سب سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ قرآنی آیات کی بے ادبی اور ایک بے جا جسارت ہے۔
- جنازہ جب گھر سے نکلنے لگتا ہے تو قریبی رشتہ والی عورتوں کا چیخنا چلانا اور میت کو پکارنا اور اسے روکنا اور کہنا کہ اب ہمارا سہارا کون ہوگا یہ سب بے صبری اور جہالت کی باتیں ہیں۔

- کسی کا جنازہ ہلکا ہو تو یہ سمجھنا کہ یہ آدمی نیک ہے اور کسی کا بھاری ہو تو یہ سمجھنا کہ یہ آدمی بدکردار اور گنہگار تھا بالکل جاہلانہ عقیدہ ہے۔
- جنازہ گھر سے نکلنے لگے اس وقت دروازے کے پاس بکری ذبح کرنا اور اسے صدقہ کر دینا اور خاص طور سے اس وقت صدقہ و خیرات کرنے کو لازم سمجھنا سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔
- گھر سے جنازہ نکلنے سے پہلے قرآن مجید کے ڈھائی پارے پڑھنا یا پڑھوانا خودساختہ اور بدعت ہے۔
- جنازے کو چاروں طرف سے گھوم کر باری باری کندھا دینے کو ضروری سمجھنا محض رواجی بات ہے۔
- جنازے کے آگے آگے کچھ لوگوں کا علم، جھنڈیاں وغیرہ لے کر چلنا تاکہ میت کا راستہ آسانی سے طے ہو سکے یہ بھی شریعت نہیں بلکہ ایجاد بندہ ہے۔
- جنازے کو قبرستان لیجانے کے دوران سکوت اور خاموشی کے بجائے کچھ کہتے اور پڑھتے رہنے کی پابندی بدعت ہے۔
- جنازے کے پیچھے پیچھے کسی کا چیخ چیخ اور پکار پکار کر کہنا "استغفروا له یغفر الله لکم" اور دوسرے کلمات کہنا بدعت ہے۔
- جنازے کے پیچھے انگیٹھی لے کر چلنا جس میں دھونی جلائی جاتی ہے سخت منع ہے۔
- گھر سے جنازہ نکلنے کے بعد لوگوں کا چند قدم لے کر چلنا پھر زمین پر رکھ دینا پھر اٹھا کر چلنا اس طرح مکرر سہ مکرر کرتے رہنا اور یہ خیال کرنا کہ میت گھر والوں کو وصیت کرے جہالت، نادانی اور بدعت ہے۔
- عام آدمی کا جنازہ لے کر گزرتے ہوئے کسی درگاہ یا مزار کے پاس چیونٹی کی چال چلنا کہ میت صاحب مزار سے ملاقات کرے اور پروانۂ نجات حاصل کرے ایک فاسد عقیدہ اور بدعت ہے۔
- عرف عام میں جسے نیک تصور کیا جاتا رہا اس کا جنازہ کسی درگاہ یا مزار کے پاس رکھ کر کچھ دیر تک توقف کرنا اور یہ سمجھنا کہ نیک آدمی اس کے طفیل واصل باللہ ہو جائے گا ایک گمراہ کن عقیدہ ہے۔

یہ اور اس طرح کے بہت سی بدعات مسلمانوں میں رائج ہیں جب کہ ایک مسلمان کی شان یہ

ہے کہ وہ سنت رسول اللہ ﷺ کا پابند ہو اور بدعات سے خود کو دور رکھے۔ اللہ ہمیں سنت کا شیدائی بنائے اور بدعات سے اجتناب کی توفیق دے۔ آمین۔

نماز جنازہ کی جماعت

مسلمان میت کی نماز جنازہ باجماعت ادا کرنا فرض کفایہ ہے، فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ سب لوگوں کا پڑھنا ضروری نہیں لیکن اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ کسی نے بھی نہیں پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے خود نماز جنازہ نہیں پڑھائی لیکن آپ نے حکم دیا تھا کہ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ (موطا الامام مالک کتاب الجنائز)

دیگر فرض نمازوں کی طرح نماز جنازہ کی بھی جماعت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ جماعت سے نماز جنازہ ادا فرمائی ہے اور آپ کا حکم بھی ہے کہ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (بخاری کتاب الاذان)

صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ فرداً فرداً ادا کی، کسی نے جماعت نہیں کرائی کیونکہ وہ ایک خاص معاملہ تھا اور اس کی حقیقت کا کوئی علم نہیں اور اس واقعہ کو بنیاد بنا کر نبی ﷺ کی سنت ثابتہ کو نہیں چھوڑا جا سکتا بلکہ نماز جنازہ جماعت سے ادا کی جائے گی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"انفرادی نماز سے جنازہ تو ہو جائے گا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں البتہ سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ باجماعت ادا کی جائے جیسا کہ صحیح اور مشہور احادیث سے ثابت ہے اور اسی بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (المجموع ۵/۳۱۴)

جنازے میں حاضرین کی تعداد کم سے کم ہو تو بھی نماز جنازہ جماعت سے ادا کی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمیر بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر بلا بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، چنانچہ ان کے گھر میں ہی عمیر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے کھڑے ہوئے پھر حضرت ابوطلحہ آپ کے پیچھے اور ام سلیم حضرت ابوطلحہ کے بھی پیچھے۔ کیونکہ مزید کوئی آدمی ان کے ساتھ نہ تھا۔ (مستدرک حاکم)

نماز جنازہ کہاں ادا کریں

نماز جنازہ میت کے گھر پر پڑھی جا سکتی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عمیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ تشریف لائے اور ان کے گھر میں ہی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (مستدرک حاکم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید کی اور جنازے کی نماز کے لئے ایک جگہ مخصوص تھی اور وہ جگہ "بقیع الغرقد" کی طرف تھی، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ (فتح الباری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی وفات کی خبر اپنے اصحاب کو اسی روز دی تھی جس دن وفات ہوئی اور فرمایا: اپنے بھائی کے لئے بخشش کی دعا کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ گاہ میں صفیں بنائیں اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

نماز جنازہ مسجد میں پڑھ سکتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور ان کے بھائی (سہل) کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی۔ (مسلم کتاب الجنائز)

قبروں کے درمیان جنازہ رکھ کر نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن حبان: ۲۳۱۳)

مذکورہ دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ نماز جنازہ میت کے گھر پڑھیں یا اس کے لئے کوئی مخصوص جگہ ہو تو وہاں ادا کریں اور مسجد میں بھی نماز جنازہ پڑھ لینی جائز ہے، سہولت کے اعتبار سے جو بھی مناسب ہو اس پر عمل کیا جائے البتہ قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے لیکن اگر قبرستان کے پاس ہی کوئی خالی جگہ ہو کہ سامنے قبریں نہ ہوں تو وہاں بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

تین اوقات میں نماز پڑھنے اور تدفین کی ممانعت

تین اوقات ایسے ہیں جس میں نماز جنازہ ادا کرنے اور میت کو دفن کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے اور مُردوں کو دفن کرنے سے روکتے تھے۔

۱) طلوع آفتاب کے وقت حتی کہ بلند ہو جائے۔

۲) جب سورج دوپہر کے وقت عین سر پر ہو یہاں تک کہ ڈھل جائے۔

۳) جب سورج غروب ہونے لگے حتی کہ پوری طرح غروب ہو جائے۔

(مسلم کتاب فضائل القرآن)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

رسول اکرم ﷺ نے جوتے پہن کر نماز ادا فرمائی ہے اور اپنی امت کو بھی اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلاۃ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں کی مخالفت کرو اس لئے کہ وہ نہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں نہ موزے پہن کر۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

ہاں یہ بات ضرور دھیان میں رہے کہ جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے اس لئے اسے اچھی طرح دیکھ لیں اگر کوئی گندگی وغیرہ نظر آئے تو اسے زمین پر رگڑ کر پاک کرلیں پھر ان کو پہن کر نماز پڑھیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو دیکھے اگر ان میں نجاست پائے تو زمین پر رگڑ دے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھ لے۔ (مسند احمد)

مسجد کی صفائی وستھرائی کے پیش نظر آج کل دروازے پر جوتے نکال دینا چاہئے ہاں کسی میدان، گھر، سڑک وغیرہ پر اگر نماز جنازہ پڑھیں تو جوتوں سمیت کھڑے رہیں اور اگر جوتے نکالنا ہی چاہئیں تو اسے اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھ لیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نماز پڑھے تو جوتے پہن لے یا نکال کر اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھ لے اور دوسروں کو اس سے تکلیف نہ دے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

سابق راوی ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے داہنی طرف نہ رکھے اور نہ بائیں طرف۔ کیونکہ دوسرے نمازی کی وہ داہنی طرف ہے مگر جب اس کے بائیں طرف کوئی اور نہ ہو تو بائیں طرف رکھ لے بلکہ جوتوں کو دونوں پیروں کے درمیان رکھ لے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

کئی جنازوں پر نماز پڑھنے کی صورت

جب کبھی کہیں بیک وقت کئی جنازے ایک ساتھ ہو جائیں اور میت بھی مختلف جنس سے ہو تو اس کی نماز ادا کرنے کی دو شکلیں ہیں۔

پہلی شکل: یہ ہے کہ سب پر ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ ادا کی جائے مَردوں کے جنازے امام کے قریب ہوں خواہ وہ بچے ہی ہوں اور عورتوں کے جنازے کو قبلہ کی طرف رکھا جائے گا۔ یہی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نو جنازوں کی ایک ساتھ نماز پڑھائی، مَردوں کو امام کی طرف اور عورتوں کو قبلہ کی طرف ایک ہی صف میں رکھ دیا۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا اور ان کے فرزند زید کا جنازہ اکٹھا ہی رکھا گیا ان دنوں حضرت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ کے امیر تھے، حاضرین میں عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، ابوسعید اور قتادہ رضی اللہ عنہم تھے، بچے کو امام کی طرف رکھا گیا، ایک آدمی نے اعتراض کیا میں نے بھی اس کو برا سمجھا پھر میں نے ابن عباس، ابوہریرہ، ابوسعید اور قتادہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر کہا یہ کیسے ہے؟ کہنے لگے یہ سنت طریقہ ہے۔ (نسائی کتاب الجنائز)

دوسری شکل: یہ ہے کہ ایک ایک میت کی باری باری نماز ادا کی جائے یہ بھی سنت سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے احد کے دن حمزہ رضی اللہ عنہ کو چادر سے چھپانے کا حکم دیا۔ آپ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی نو تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی پھر دوسرے شہداء باری باری لائے گئے آپ نے ان کی بھی نماز جنازہ ادا فرمائی اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز ادا فرماتے رہے۔ (معانی الآثار للطحاوی ۲۹/۱، احکام الجنائز للالبانی)

نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون؟

کہیں کہیں میت کے قرابت دار نماز جنازہ پڑھانے کا خود کو زیادہ مستحق سمجھتے ہیں اور نماز وہ لوگ بھی پڑھاتے ہیں جو خود نماز کے پابند نہیں ہوتے انہیں جنازے میں پڑھی جانے والی دعائیں بھی یاد نہیں ہوتیں جب کہ شریعت نے انہیں اس پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ امامت کے سلسلے

میں جو بات صحیح سندوں سے ثابت ہے وہ درج ذیل ہے:

۱) میت نے اگر اپنی زندگی میں جنازے کے سلسلے میں کسی نام کی تعین یا وصیت کر دی ہے تو وہی نماز پڑھائے۔ یہ مسئلہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مسائل نماز جنازہ کو اچھی طرح جانتا بھی ہو اسے دعائیں بھی از بر ہوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی وصیت کی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳/۴۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی وصیت کی۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/۲۹)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت زبیر کو وصیت فرمائی تھی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳/۴۷۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/۲۹)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۸۵)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳/۴۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔

(الکافی لابن قدامہ: ۲/۳۹-۴۰)

سعید بن علی بن وھف القحطانی نے اور بھی کئی نام گنائے ہیں ملاحظہ فرمائے۔

(صلاۃ المومن: ۱۲۸۵)

مندرجہ بالا آثار صحابہ کرام کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر میت نے کسی کے حق

میں وصیت کر رکھی ہے تو نماز پڑھانے کا حق دار وہی شخص ہے اگر حقیقتاً وہ نماز پڑھانے کا اہل ہے۔

۲) اس کے بعد امیر وقت اور اس کا نائب امامت جنازہ کا حقدار ہے اس کی موجودگی میں کوئی دوسرا آگے نہ بڑھے۔

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے وفات پائی میں بھی موجود تھا میں نے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ کی گردن میں چوکہ لگا کر کہہ رہے تھے۔ آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ اگر یہ (امر) سنت نہ ہوتا تو تمہیں کبھی آگے نہ کرتا۔ سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ کے گورنر تھے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ ناراضگی تھی۔

(مستدرک حاکم)

اسی واقعے سے پتہ چلا کہ امیر وقت یا گورنر کی موجودگی میں وہی نماز پڑھانے کے حق دار ہیں اور حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے اسے سنت بتایا اور اس پر عمل بھی کیا ہے۔

۳) امام مسجد۔ اور امام کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''عمدہ قرآن پڑھنے والا لوگوں کا امام بنے اگر قرآن پڑھنے میں سب برابر ہوں تو سنت کو زیادہ جاننے والا، اگر سنت جاننے میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت کرنے والا اور اگر ہجرت کرنے میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے پہلے اسلام لانے والا، کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے دائرہ اختیار (حکومت، ریاست، مسجد) میں امامت نہ کرائے اور کسی کے گھر میں اس کی خصوصی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (مسلم کتاب المساجد)

عمدہ قرآن پڑھنے والا ہی امامت کا حق دار ہے اگر چہ وہ کم عمر کیوں نہ ہو۔

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنا وفد لے کر گئے، جب واپس ہونے لگے تو انہوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارا امام کون ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جسے قرآن زیادہ یاد ہو، چنانچہ برادری میں

میرے جتنا قرآن کسی کو بھی یاد نہ تھا، انہوں نے مجھے ہی نماز میں آگے کیا جب کہ میں بچہ ہی تھا اور میں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ قبیلۂ جرم کے جس اجتماع میں میں موجود ہوتا امام بنتا اور آج تک ان کے جنازے بھی پڑھا رہا ہوں۔ (ابوداود، کتاب الصلاۃ)

جب نماز جنازہ کی نماز مسجد میں ادا کی جائے گی تو امام مسجد ہی نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے۔

۴) خارج مسجد: گھر، سڑک یا کسی میدان میں اگر نماز جنازہ ادا کی جا رہی ہے تو رشتہ دار یا عام آدمی جنازے کی نماز پڑھا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فاولی الناس به وصیه فان لم یکن له وصی فاقرب الناس الیه وان صلی احدا لحاضرین فلا بأس" (مجموع فتاوی: ۱۷/۱۱۳)

اگر میت نے کسی کو نماز پڑھانے کی وصیت کر رکھی ہے تو وہ زیادہ حقدار ہے اور اگر وصیت نہیں ہے تو اس کا کوئی رشتہ دار یا حاضرین میں سے کوئی بھی (قابل اعتماد اور قاری قرآن) نماز پڑھا دے۔

شیخ کے اسی فتویٰ پر شیخ قحطانی صاحب تبصرہ فرماتے ہیں۔

"قلت: بشرط ان یکون القریب اعلم الحاضرین والله اعلم. والاصلی علیه الاعلم الا فقه ثم یلیه علی حسب الترتیب فی اولیٰ الناس بالامة"

(صلاۃ المومن: ۱۲۸۶)

میں کہتا ہوں کہ رشتہ دار نماز پڑھائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ حاضرین میں علم کی وجہ سے ممتاز بھی ہو، واللہ اعلم۔ اگر رشتہ دار علم کی وجہ سے ممتاز نہیں تو حاضرین میں سے نماز وہ پڑھائے جو کتاب وسنت زیادہ جاننے والا ہو پھر وہ جو اس سے قریب ہو یعنی امامت کے جو شرائط اور ترتیب شریعت نے مقرر رکیا ہے اس پر وہ پورا اترتا ہو۔

ان فتاویٰ میں ان رشتہ داروں کے لئے بڑا سبق موجود ہے جو نہ قرآن وسنت سے باخبر ہیں نہ

پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں نہ انہیں جنازے کی صحیح دعائیں یاد ہوتی ہیں مگر رشتوں کی بناء پر وہ نماز پڑھانے کھڑے ہوجاتے ہیں حالانکہ شریعت نے انہیں یہ حق نہیں دیا ہے۔

صف بندی اور اس کا طریقہ

جس طرح فرض نمازوں میں امام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صفوں کو درست کرا کے نماز شروع کرے اسی طرح جنازے کی نماز میں بھی امام صفوں کو درست کرالے اور جب اطمینان ہوجائے تو نماز شروع کرے اور جنازے میں لوگوں کی تعداد کے حساب سے کم وبیش صفیں بنالی جائیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، کھڑے ہوجاؤ اور اس پر نماز پڑھو پھر ہم کھڑے ہوئے اور ہم نے دو صفیں بنائیں۔(بخاری)

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ وہ مرجائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں مگر اللہ تعالیٰ اس پر (جنت) واجب کردیتا ہے۔(ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عمیر بن ابی طلحہ کی وفات کے موقع پر نبی ﷺ کو بلوایا، آپ تشریف لائے، ان کے گھر میں ہی عمیر کی نماز جنازہ ادا فرمائی، نبی اکرم ﷺ آگے کھڑے ہوئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ابوطلحہ کے بھی پیچھے مزید کوئی آدمی نہ تھا۔

(مستدرک حاکم)

نماز جنازہ میں طاق صفین ہونا ضروری نہیں ہیں ہاں لوگوں کی تعداد جتنی زیادہ ہو بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں اور سفارش قبول کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت جس کی تعداد سو تک پہنچتی ہو اور پھر سب اس کی شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی

شفاعت ضرور قبول فرمائے گا۔ (مسلم کتاب الجنائز)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جس مسلمان کے جنازہ میں چالیس آدمی ایسے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت ضرور قبول فرماتا ہے۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

صفیں دو ہوں، تین ہوں، جفت ہوں یا طاق۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، کوشش ہونی چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی کے جنازے میں حاضر ہونے میں سستی بالکل نہ کریں اور کثرت تعداد سے اسے فائدہ پہنچائیں اور اگر حاضرین کی تعداد کم ہی ہو تین صفیں کر لی جائیں، زیادہ تعداد کی صورت میں صفوں کو گننے اور طاق کروانے اور شور شرابے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۱)

امام کہاں کھڑا ہو

نماز جنازہ پڑھانے والا امام مرد کے سر کے برابر اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہوگا۔

ابو غالب رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے دیکھا اور وہ اس کے سر کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ جو ایک عورت کا تھا، لوگوں نے کہا: اے ابوحمزہ رضی اللہ عنہ! اس کی نماز پڑھاؤ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ میت (کی چارپائی) کے وسط میں کھڑے ہوئے، تو حضرت علاء بن زیاد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوحمزہ! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو مرد اور عورت کا جنازہ پڑھانے کے لئے اسی جگہ کھڑے ہوتے دیکھا ہے جہاں تم کھڑے ہوتے ہو؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ (ابن ماجہ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اس

(۱) کم ہونے کی صورت میں تین کی اہمیت ہے۔ (فیضی)

عورت کی نماز (جنازہ) پڑھی جو حالت نفاس میں مرگئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس کے درمیان (وسط) میں کھڑے تھے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

تکبیرات جنازہ

نبی ﷺ نے مختلف اوقات میں مختلف تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی ہے، چار تکبیروں سے لے کر نو تکبیروں تک۔ اور آج بھی اس پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ کبھی ایک طریقے سے کبھی دوسرے طریقے سے پڑھے لیکن ایک ہی طریقہ اختیار کرنا ہے تو چار تکبیروں والا اختیار کرے اس لئے کہ اس کے متعلق احادیث قوی اور کثیر ہیں، مقتدی اتنی ہی تکبیر کہے گا جتنا امام کہے گا۔

چار تکبیریں: حضرت ابوہریرہ و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحمہ نجاشی پر نماز (جنازہ) پڑھی تو چار تکبیریں کہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

پانچ تکبیریں: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ ہماری جنازوں میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے اور ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں، ہم نے پوچھا تو کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بھی (پانچ تکبیریں) کہتے تھے۔ (مسلم کتاب الجنائز)

چھ تکبیریں: عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف کی نماز جنازہ پڑھائی اور چھ تکبیریں کہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

سات تکبیریں: موسیٰ بن عبداللہ بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۴/۳)

نو تکبیریں: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو چادر سے چھپا دینے کا حکم دیا اور پھر آپ نے نو تکبیروں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز (جنازہ) ادا فرمائی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۹/۱۔ احکام الجنائز البانی ۸۲)

نماز جنازہ میں قرأت وضم سورہ اور سری وجہری دونوں کا جواز

حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، انہوں نے سورہ فاتحہ اور ایک دوسری سورت بلند آواز سے پڑھی۔ جو ہم نے سنی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر جہری قرأت کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے جواب دیا: میں نے جہری قرأت اس لئے کی ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

ابوامامہ بن سہل کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ (نسائی کتاب الجنائز)

عموماً جنازہ کی نماز سری پڑھنا ہی درست ہے کبھی کبھار (امام جہری بھی پڑھ دے)، دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، پہلی حدیث جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کے جہری پڑھنے کا ذکر ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے ان کا معمول بھی سری پڑھنے ہی کا تھا اور جہری پڑھ کر انہوں نے یہ تعلیم دی کہ لوگوں کو جہری پڑھنے کا جواز بھی معلوم ہو جائے۔

طریقہ نماز

پہلے صفیں درست کر لی جائیں پھر امام "**اللہ اکبر**" کہہ کر رفع الیدین کر کے اپنے ہاتھوں کو اپنے سینے پر اس طرح باندھ لے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، پنچہ اور کلائی تک آ جائے۔ مقتدی بھی اسی طرح کریں۔ (ترمذی ابواب الجنائز، مسند احمد: ۲۲۶/۵، بخاری کتاب الاذان، بیہقی ۳۹/۴)

اور سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں۔ (بخاری کتاب الجنائز، نسائی کتاب الجنائز)

پھر دوسری تکبیر (اللہ اکبر) کہیں اور درود شریف پڑھیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

پھر تیسری تکبیر کہیں اور میت کے لئے نہایت خلوص سے دعا کریں۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

پھر چوتھی تکبیر کہیں اور عام نمازوں کی طرح (دائیں بائیں) سلام پھیر دیں۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ۴؍۴۳)

پہلی تکبیر کے بعد پڑھیں:

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی جو سننے اور جاننے والا ہے۔

مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ

مردود شیطان سے ان کے وسوسے سے، اس کے پھونکوں سے اور اس کے خطرے سے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ٥ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ٥ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ٥ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ٥

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا، بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے، ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔ (احسن البیان)

سورہ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہیں پھر دوسری سورت پڑھیں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ٥ اللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ٥ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ٥

آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا

نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔(احسن البیان)(نسائی کتاب الجنائز)

دوسری تکبیر کے بعد پڑھیں:

نماز جنازہ میں درود کے خاص الفاظ متعین نہیں ہیں ہر وہ درود پڑھ سکتے ہیں جو صحیح سندوں سے ثابت ہوں یہاں تشہد والا درود لکھا جا رہا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

(بخاری کتاب الدعوات)

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔

تیسری تکبیر کے بعد پڑھیں:

ذیل میں چند دعائیں لکھی جا رہی ہیں ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد حسب مرضی پڑھ سکتے ہیں۔

۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا . اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ .

(ابوداؤد کتاب الجنائز)

اے اللہ! ہمارے زندوں، مردوں، حاضر، غائب، چھوٹے، بڑے، مرد اور عورت سب کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھنا اور جس کو وفات دے اس کا

خاتمہ ایمان پر کرنا۔اے اللہ! اس کو اجر وثواب دیئے جانے سے متعلق ہماری سفارش میں ہمیں محروم نہ کرنا اوراس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرنا۔

۲) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ.

(مسلم کتاب الجنائز)

اے اللہ! اس کو بخش دے اس پر رحم فرما اس کو عافیت دے اس کی خطا معاف فرما اس کی اچھی مہمان نوازی کر، اس کی قبر کو کشادہ کردے اس کے گناہ پانی، اولے اور برف سے دھل دے اور اس کو خطاؤں سے اس طرح صاف کردے جس طرح سفید کپڑا تو میل سے صاف کرتا ہے اور اس کے (دنیاوی) گھر سے اچھا گھر، اس کے گھر والوں سے اچھے گھر اوالے اور اس کے جوڑے سے اچھا جوڑا اسے عنایت فرما۔ اور اس کو جنت میں داخل فرما اور اسے قبر اور جہنم کے عذاب سے بچالے۔

۳) اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰھُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (ابوداود، کتاب الجنائز)

اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے سپرد اور تیری حفاظت میں ہے اسے فتنۂ قبر اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھنا، حق اور وفا صرف تیری ذات میں ہے۔ اے اللہ! اس کی بخشش فرما، اس پر رحمت کر، بلاشبہ تیری ذات بخشنے اور رحم کرنے والی ہے۔

۴) اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ احْتَاجَ اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ. (مستدرک حاکم ۳۵۹/۱)

اے اللہ! تیرا غلام اور غلام زادہ تیری رحمت کا محتاج بن کر آیا ہے، تیری ذات عذاب دینے سے بے

نیاز ہے اگر وہ اچھا ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دے اور اگر برا ہے تو اس سے درگزر فرما دے۔

چوتھی تکبیر کے بعد:

(الف): چوتھی تکبیر کے بعد عام نمازوں کی طرح پہلے داہنی جانب رخ کریں یہاں تک کہ پیچھے والوں کو دایاں رخسار نظر آنے لگے اور کہیں...... (سنن کبری للبیہقی ۴/۴۳)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ اور پھر اسی طرح بائیں جانب رخ کر کے کہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔

(بخاری کتاب الصلاۃ)

(ب): اگر امام چاہے تو چوتھی تکبیر کے بعد بھی مزید دعا کر سکتا ہے جیسا کہ ابو یعفور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میری موجودگی میں انہوں نے جنازے کی چار تکبیریں کہیں پھر تھوڑی دیر دعا کرتے رہے پھر فرمایا: کیا تمہارا خیال تھا کہ میں پانچویں تکبیر کہوں گا۔ ساتھیوں نے کہا نہیں۔ پھر خود ہی فرمایا: رسول اللہ ﷺ چار تکبیریں ہی کہتے تھے۔

(سنن کبری للبیہقی (۴/۳۵۔ احکام الجنائز للالبانی)

رفع الیدین اور ایک سلام

صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین شرعاً ثابت ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے دو روایتیں (ترمذی اور دار قطنی سے) نقل فرمائی ہیں۔ ملاحظہ ہو: احکام الجنائز ۱۴۷

ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین نبی ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ آثار صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازہ کی تمام تکبیروں کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔

(البیہقی: ۴/۴۴، احکام الجنائز للالبانی ۱۴۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جنازہ کی تمام تکبیروں کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔ (صلاۃ المومن للقحطانی ۱۲۹۴)

ان آثار سے رفع الیدین کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے، اگر کوئی شخص تمام تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کرتا ہے تو اسے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان آثار کی بناء پر کچھ اہل علم اس کے قائل ہیں۔

نبی ﷺ جنازہ کی نماز میں ایک سلام پھیرنے پر بھی اکتفا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی اور ایک سلام پھیرا۔ (دارقطنی)

اس سلسلے میں صحابہ کے آثار بکثرت ہیں کہ وہ لوگ ایک سلام پر اکتفا کرتے تھے، چند مشہور نام یہ ہیں:

عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، ابوہریرہ، واثلہ بن الاسقع، ابن ابی اوفیٰ، زید بن ثابت، علی ابن ابی طالب، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم۔

(زادالمعاد ۱/۵۱۱)

تعجب ہے ان لوگوں پر جو صرف آثار صحابہ کی وجہ سے رفع الیدین پر سختی سے عمل کرتے ہیں اور سنت کی متابعت میں رفع الیدین نہ کرنے والوں پر نکیر کرتے ہیں لیکن ایک سلام پھیرنے پر اکتفا کر دینے پر وہی لوگ چیں بہ چیں ہو جاتے ہیں جب کہ ایک سلام پر اکتفا کرنا نبی ﷺ سے بھی ثابت ہے اور دس صحابہ کرام کے نام بھی علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زادالمعاد میں گنوائے ہیں جو ایک ہی سلام پر اکتفا کرتے تھے اگر کسی کو آثار صحابہ سے دلچسپی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن ایک کو لے لینا دوسرے کو چھوڑ دینا کس ذہن کی غمازی کرتا ہے۔

مسبوق کیا کرے؟

امام جنازہ کی نماز پڑھا رہا ہو، اس دوران کوئی شخص آئے تو اسے چاہئے کہ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے اور جتنی تکبیریں امام کے ساتھ مل جائیں انہیں امام کے ساتھ پڑھ لے اور جو

تکبیریں چھوٹ گئی ہیں انہیں امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کر لے۔

نماز کا وہ حصہ جو چھوٹ گیا ہوا سے بعد میں پوری کر لینے کا عام حکم ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا:...... جس قدر نماز پاؤ اسے پڑھ لو اور جتنی چھوٹ جائے اسے پوری کر لو۔ (بخاری کتاب الاذان)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:...... جتنی نماز پاؤ پڑھ لو اور جو چھوٹ گئی ہو اس کی قضا کرو۔ (مسلم کتاب المساجد)

سنت طریقہ یہی ہے کہ مسبوق امام کو جس حال میں پائے خود کو اسی حال کے تابع کر دے اور کسی رکن یا تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ صف میں بلا تاخیر شامل ہو جائے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں امام کو جس حال میں پاتا ہوں اسی حال میں ہو جاتا ہوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ باندھ دیا ہے، تم بھی اسی طریقہ پر عمل کیا کرو۔ (ابوداؤد کتاب الصلاۃ)

مسبوق آدمی نماز میں شامل ہونے کے بعد شروع کی پڑھے یا جو امام پڑھ رہا ہے وہی پڑھے؟

اگر امام جنازہ کی نماز جہری پڑھا رہا ہے تو مسبوق امام کے ساتھ ساتھ پڑھے گا اور بچی ہوئی تکبیروں کو بعد میں ادا کرے گا لیکن سری نماز میں مسبوق آدمی نماز میں شامل ہونے کے بعد شروع کی پڑھے یا امام کی تکبیر کا لحاظ کرتے ہوئے وہی پڑھے جو امام پڑھ رہا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں صورتیں صحیح ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۲۲۷-۳۱۶۶)

نماز جنازہ میں غیر ثابت امور

نماز جنازہ بالکل اسی طرح ادا کرنی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ادا کر کے عملی طور سے امت کو تعلیم دی ہے، اس میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی یا کمی بالکل جائز نہیں لیکن بدقسمتی سے مختلف علاقوں میں اس میں کچھ بدعات رائج ہو گئی ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

- نماز جنازہ شروع کرنے سے قبل کہیں کہیں مرثیہ اور میلاد خوانی کی رسم اجتماعی طور پر انجام دی جاتی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں اور یہ سراسر بدعت ہے۔
- نماز جنازہ سے قبل اذان واقامت کہنے کا رواج بھی سر اٹھا رہا ہے یہ بھی گمراہی اور بدعت ہے مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہئے۔
- نماز جنازہ میں نہ رکوع ہوتا ہے نہ سجدہ۔ مگر بعض جگہ نماز جنازہ کے وقت صفوں کے درمیان سجدہ کرنے کے برابر جگہ چھوڑنا ضروری سمجھا جاتا ہے جو بے اصل اور فضول کام ہے۔
- نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد کہیں کہیں ''الفاتحہ'' کہہ کر اجتماعی دعا کی جاتی ہے نماز جنازہ خود دعا ہے اور ایسے موقع پر مزید دعا ثابت نہیں ہے یہ بھی ایک بدعت ہے۔
- نماز جنازہ کے بعد کسی آدمی کا یہ کہنا "مَا تَشْهَدُوْنَ فِيْهِ" آپ لوگ اس میت کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں؟ اور پھر حاضرین کا یہ جواب دینا "كَانَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ" یہ آدمی صالح لوگوں میں سے تھا۔ یہ بھی ایک بدعت ہے۔
- نماز جنازہ میں لوگوں کی کثیر تعداد کے ہوتے ہوئے کچھ لوگوں کا صفوں کو طاق بنانے کا حکم دینا اور شور شرابہ کرنا روح شریعت سے لاعلمی کی دلیل ہے۔
- بعض فقہی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ روزآنہ نماز مغرب کے بعد پوری دنیا کے مرے ہوئے مسلمانوں کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنی مستحب ہے حالانکہ یہ امر سنت سے ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے۔
- بعض رشتہ داروں کو نماز جنازہ کی دعائیں یاد نہیں ہوتیں اور وہ اپنے (میت) رشتہ دار کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ہیں وہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ظاہر طور پر نماز تو ہوجائے گی لیکن پڑھانے والا سخت گنہگار ہوگا۔

یہ اور اس طرح کے بہت سے امور بعض بعض علاقوں میں پائے جاتے ہیں جن سے مسلمانوں کو کلی طور پر اجتناب کرنا چاہئے اور ہر کام سنت کے مطابق ہو اس کے لئے اپنی سی کوشش اور جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ واللہ ولی التوفیق

جنازہ رکھنے سے قبل بیٹھنا؟

جنازے کو کندھا دیتے ہوئے قبر تک پہنچے تو فوراً بیٹھ نہ جائے بلکہ تدفین میں ہاتھ بٹائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنازے کے پیچھے چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ اسے رکھ نہ دیا جائے۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ہم نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ کسی جنازے میں شریک ہوں اور جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے ہوں۔

(نسائی کتاب الجنائز)

اس طرح کئی حدیثوں سے جنازہ رکھنے سے قبل بیٹھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے لیکن اس کے برعکس بھی کئی حدیثیں ہیں جن سے بیٹھنے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اسی لئے محققین علماء کہتے ہیں کہ مذکورہ احادیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اس کے نسخ پر مندرجہ ذیل حدیثیں شاہد ہیں۔

اسماعیل بن مسعود بن حکم زرقی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں عراق میں ایک جنازے پر حاضر ہوا تو میں نے کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر جنازہ رکھے جانے کا منتظر دیکھا پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کھڑے ہونے (کا حکم دینے) کے بعد بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔

(اخرجہ الطحاوی ۱/۲۸۲، بسند حسن احکام الجنائز البانی ۱۰۱)

ایک روایت میں ہے جنازوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کھڑے رہتے جب تک کہ انہیں رکھ نہ دیا جاتا اور آپ کے ساتھ لوگ بھی کھڑے رہتے۔ پھر اس کے بعد آپ نے بیٹھنا شروع کر دیا اور لوگوں کو بھی بیٹھنے کا حکم دے دیا۔ (بیہقی ۴/۲۷، احکام الجنائز ۱۰۱)

ناسخ اور منسوخ کے بجائے تطبیق کی صورت یہ بھی ہے کہ موقع محل کے اعتبار سے دونوں

صورتیں جائز ہیں، حاضرین کی قلت اور کثرت سے بھی مسئلے کی نوعیت بدل جاتی ہے اگر حاضرین کی تعداد زیادہ ہے اور کچھ لوگ ادھر ادھر بیٹھ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر حاضرین کی تعداد کم ہے تو قبر کے پاس کھڑا رہنا اور تدفین میں ہاتھ بٹانا ہی زیادہ بہتر ہے۔

قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا؟

شہروں میں جہاں منظم ڈھنگ اور ترتیب سے قبریں نکالی جاتی ہیں اور درمیان میں راستہ ہوتا ہے وہاں جوتوں سمیت چلنے یا انہیں نکال کر رکھنے (دونوں صورتوں) میں سہولت ہوتی ہے وہاں جوتوں کو نکال دینا ہی بہتر ہے اور دیہاتوں میں قبرستان بے ترتیب ہوتا ہے نہ درمیان میں راستے ہوتے ہیں نہ صفائی ستھرائی ہوتی ہے بلکہ کانٹوں کے چبھنے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے جس سے انسان جوتوں سمیت چلنے پر مجبور ہوتا ہے بلکہ راستہ اور صحیح ترتیب نہ ہونے کی وجہ سے قبروں سے گزرنا بھی پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی شریعت نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو جوتیاں پہن کر قبروں کے درمیان چلتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے سبتی جوتیوں والے ان کو نکال دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۶۸ ح ۱۲۱۴۱)

(دباغت شدہ چمڑوں سے جو جوتیاں بنائی جاتی ہیں وہ سبتی کہلاتی ہیں)

بہتر شکل یہی ہے کہ قبرستان میں قبروں کے درمیان جوتے پہن کر چلنے سے پرہیز کیا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے سبتی جوتیوں والے ان کو نکال دے۔ اس سے منع کرنے والوں کا قول زیادہ مدلل ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم (۱)

---

(۱) بلا ضرورت جوتے پہن کر قبروں کے درمیان چلنا درست نہیں ہے البتہ تکلیف کی وجہ سے ضرورت کے مطابق پہننا درست ہے۔ (فیضی)

تدفین کے مسائل

۱) میت کو دفن کرنا واجب ہے اور مسلمانوں کے حقوق باہمی میں یہ شامل ہے مسلمانوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا سنت ہے نبی ﷺ فوت شدگان کو بقیع کے قبرستان میں دفن کرتے تھے۔

قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ مسلمان میت کو دفن کرنا درست نہیں، صحابہ کرام اور دیگر اسلاف میں سے کسی کے بارے میں یہ منقول نہیں کہ وہ قبرستان کے علاوہ کہیں دفن ہوا ہو۔ البتہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ میں دفن ہیں جو آپ کے خصوصیات میں سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب رسول اللہ ﷺ کے روح اطہر جسد خاکی سے پرواز کرگئی تو آپ کو دفن کرنے کے سلسلے میں صحابہ کرام میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جسے آج تک نہیں بھولا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس نبی کو جہاں دفن کرنا پسند فرماتے ہیں وہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں۔

لہٰذا آپ ﷺ کو آپ کے بستر والی جگہ پر دفن کیا گیا۔ (ترمذی کتاب الجنائز)

۲) میت اگر مسلمان کی نہیں ہے بلکہ کافر، مجوسی وغیرہ کی ہے اور مسلمانوں کی بستی میں وہ انتقال ہوا ہے جو اس کے ہم مذہب نہیں ہے یا کسی وجہ سے اس کی تدفین کا انتظام نہیں ہوا ہے تو احترام انسانیت اور متوقع بدبو و تعفن کی وجہ سے اسے دفن کردینا مسلمانوں پر واجب ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوئے میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی۔ آپ کا بوڑھا (گمراہ) چچا فوت ہوگیا ہے (اسے کون دفن کرے) آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اسے دفن کرو، میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا۔ (ایک

(۱) البتہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن کیا جائے۔ (فیضی)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ حالت شرک پر مرا ہے جاؤ اسے دفنا دو) حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دفنا کر حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: جاؤ غسل کر کے آؤ اور میرے پاس آنے تک کوئی کام نہ کرنا، میں غسل کر کے دوبارہ حاضر خدمت ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے حق میں ایسی دعا فرمائی جو مجھے سرخ اور کالے اونٹوں سے بھی زیادہ خوش کر دینے والی تھی۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی کتاب الجنائز البانی)

۳) مسلمان میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں اور کافر کو کافروں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ کافر کو مسلمان کے ساتھ یا مسلمان کو کافر کے ساتھ دفن کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے اس زمانے میں بھی مسلمانوں اور کافروں کا قبرستان الگ الگ تھا۔ حضرت بشیر ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں...... پھر آپ ﷺ مشرکوں کے قبرستان میں تشریف لائے تو فرمایا:

"یہ لوگ بہت سارے اچھے کام کر کے آئے" تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا۔ بعد میں آپ ﷺ مسلمانوں کے قبرستان میں تشریف لائے تو فرمایا:

"ان لوگوں کو بہت بھلائی مل گئی ہے" یہ جملہ بھی تین مرتبہ دہرایا۔

(مستدرک حاکم ج ۱/ ۵۲۸ ح ۱۳۸۰)

۴) ان مسلمانوں کو قبرستان میں نہیں دفن کیا جائے گا جو کسی معرکے میں شہید ہو گئے ہوں بلکہ انہیں ان کی شہادت گاہ پر ہی دفن کیا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مشرکوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے نکلے، میرے والد حضرت عبداللہ نے فرمایا: اے جابر! جب تک ہمارے انجام کا تمہیں علم نہیں ہو جاتا تمہاری ذمہ داری ہے کہ اہل مدینہ کی نگہداشت رکھو۔ اگر مجھے اپنے بعد بچیوں کی فکر نہ ہوتی تو بخدا یہ پسند تھا کہ تم بھی میرے ساتھ شہید ہو جاتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نگرانی کر رہا تھا کہ میری پھوپھی جان

میرے والد محترم اور ماموں جان کو ایک اونٹنی پر لاد کر لے آئیں۔ وہ انہیں مدینہ میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتی تھیں کہ ایک آدمی اعلان کرتا ہوا پہنچا۔ سن لو! کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے: شہداء کو واپس لا کر ان کی شہادت گاہ میں دفن کرو' چنانچہ ہم نے ان دونوں (میرے ابا جان اور ماموں جان) کو واپس لے جا کر شہادت گاہ میں دفن کیا۔ (مسند احمد)

۵) لحد (بغلی قبر) اور شق (محض صندوق) دونوں طرح کی قبروں میں میت کو دفن کرنا جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے دونوں پر عمل ہوتا چلا آیا ہے لیکن "لحد" افضل ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو مدینہ میں ایک آدمی لحد بناتا تھا اور دوسرا صندوق نما قبر بناتا تھا۔ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہوئے دونوں کو پیغام بھیج دیتے ہیں جو پہلے آ گیا کام اس کے سپرد کر دیں گے دونوں کو پیغام بھیجا گیا، لحد بنانے والا پہلے پہنچ گیا، لہٰذا انہوں نے نبی ﷺ کے لئے لحد بنائی۔

(مشکل الآثار للطحاوی ۴/۴۵، کتاب الجنائز للالبانی)

۶) قبر گہری اور کشادہ ہو اور بوقت ضرورت ایک ایک قبر میں ایک سے زائد میتیں بھی دفن کی جا سکتی ہیں۔ (۱)

ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قبر گہری کھودو، اچھی (اور کشادہ) بناؤ ایک قبر میں (حسب ضرورت) دو، دو، تین، تین کو دفن کرو اور جس کو قرآن زیادہ یاد ہو اسے قبر میں پہلے اتارو۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

۷) میت کو قبر کے پائتانے کی طرف سے اس طرح قبر میں اتاریں گے کہ میت کا سر پہلے قبر میں داخل ہوگا۔

ابواسحاق سے روایت ہے کہ حارث نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ عبداللہ بن یزید پڑھائیں گے چنانچہ حضرت عبداللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں انہیں پاؤں کی طرف

(۱) لیکن بلا ضرورت ایک قبر میں زائد لوگوں کو دفن کرنا مستحسن نہیں ہے۔ (فیضی)

سے اتارا اور فرمایا: یہ سنت ہے۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

۸) میت کو قبر میں مرد ہی اتاریں گے خواہ میت عورت ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ مرد یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دینے کی استطاعت رکھتے ہیں اگر عورتیں انجام دینے لگیں تو ان کے جسم غیر مردوں کے سامنے ظاہر ہونے لگیں گے۔

اور مردوں میں بھی قریبی رشتہ دار اس کے زیادہ حق دار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴾ (الانفال:۷۵)

اور رشتے ناطے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں، اللہ کے حکم میں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ادا کی، آپ نے چار تکبیروں سے نماز پڑھائی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ ان کی رائے میں انہیں قبر میں کون اتارے؟

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ وہ خود یہ خدمت انجام دیں۔ امہات المومنین نے پیغام بھیج کر فرمایا: دیکھو! جو انہیں حالت زندگی میں دیکھ سکتا تھا وہی انہیں قبر میں اتارے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے سچ فرمایا۔ (الطحاوی ۳۰۴/۳-۳۰۵، احکام الجنائز للا البانی)

۹) محارم قبر میں اترنے کے حقدار ہیں اور شوہر بھی اپنی بیوی کو قبر میں اتار سکتا ہے بصورت مجبوری کوئی اجنبی شخص بھی میت عورت کو قبر میں اتار اور دفن کر سکتا مگر شرط یہ ہے کہ اس نے اس رات اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دختر رسول اللہ ﷺ کی وفات پر موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھے۔ پھر آپ نے فرمایا: کوئی ایسا ہے جس نے آج کی رات اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، ہاں میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: پھر اترو۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ قبر میں اترے اور اسے دفنا دیا۔ (بخاری کتاب الجنائز)

۱۰) میت کو قبر میں داخل کرتے وقت درج ذیل دعا پڑھے:

الف-: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (ابوداؤد) میں اللہ کا نام اور رسول اللہ کی سنت پر (قبر میں اتارتا ہوں)

ب-: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (ترمذی) اللہ کے نام سے اور اللہ کے حکم سے اور رسول اللہ کی ملت پر (قبر میں اتارتا ہوں)

۱۱) میت کو قبر میں دائیں کروٹ لٹائیں اس طرح کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیں اور اس کا سر قبلہ کے دائیں طرف اور ٹانگیں بائیں طرف ہوں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک یہی عمل چلا آ رہا ہے۔ (المحلی لابن حزم ۱۷۳/۵)

۱۲) میت کو قبر میں لٹانے کے بعد کفن کی گرہیں کھول دی جائیں۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا لڑکا وفات پا گیا تو انہوں نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسے لے جا کر دفن کر دو اور جب اس کو قبر میں رکھو تو بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ ﷺ کہو پھر اس کے سر اور پیر کی گرہیں کھول دو۔ (معانی الآثار للطحاوی ۲۹۲/۱)

۱۳) پھر قبر کو کچی اینٹوں وغیرہ سے بند کر دیا جائے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیماری میں جس میں ان کا انتقال ہوا فرمایا: میرے لئے لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں لگانا جیسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بنائی گئی تھی۔ (مسلم)

۱۴) اس کے بعد تمام حاضرین قبر پر بِسْمِ اللّٰهِ کہہ کر فرداً فرداً تین تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو یکجا کر کے بھر بھر کر مٹی ڈالیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھائی پھر (تدفین کے وقت) میت (قبر) کے پاس تشریف لائے اور سر کی طرف سے تین مرتبہ دونوں ہاتھ بھر بھر کر مٹی ڈالی۔ (ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز)

رات کو دفن

جنازہ کو جس قدر ممکن ہو سکے جلدی لے جانے کا حکم ہے اگر شام میں میت ہو جائے اور اہل خانہ اسے رات ہی میں دفن کرنا چاہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص پر رات کو تدفین کے بعد نماز (جنازہ) پڑھی اور آپ کے صحابہ اٹھے اور اس کے متعلق استفسار کر رہے تھے کہ یہ کون تھے؟ لوگوں نے کہا یہ فلاں کی قبر ہے جسے گزشتہ شب دفن کیا گیا ہے تو لوگوں نے اس پر نماز پڑھی۔

(بخاری کتاب الجنائز)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ایک شخص کو رات کے وقت دفن کیا اور قبر کے اندر چراغ جلا کر روشنی کی۔ (ترمذی ابواب الجنائز)

ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ رات کی تدفین بلا کراہت جائز ہے مگر وہ روایتیں جن میں رات کے وقت دفن کر دینے پر آپ کے ڈانٹنے کا تذکرہ ہے ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر ساتر اور مناسب کفن میسر ہو اور نمازیوں کی اچھی تعداد موجود ہو تو رات میں دفن کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ پڑھا اور اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کا ذکر کیا جس کا انتقال ہو گیا تھا ان کو ایسا کفن دیا گیا تھا جس سے ستر نہیں ڈھنپتا تھا اور رات کو دفن کر دیا گیا تھا پس رسول ﷺ نے منع فرمایا کہ کسی مردہ کو رات میں دفن کیا جائے یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے مگر یہ کہ آدمی مجبور ہو آپ نے مزید فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔ (مسلم کتاب الجنائز)

رات میں اندھیرا، بارش، لوگوں کی کم حاضری یا کفن کی عدم دستیابی وغیرہ جیسی مشکلات درپیش ہوں تو اسے آنے والے دن پر موخر کرے تا کہ اپنے مردہ بھائی کو بہتر کفن دے سکے اور نماز

میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت ہو سکے جو اس کے لئے سودمند ثابت ہو کیونکہ رات میں تدفین کی ممانعت کے وجوہات میں غیر ساتر کفن اور عدم ادائیگی صلاۃ کا صراحۃ تذکرہ ہے اور جب ان واجبات پر بہ سہولت عمل کیا جا سکتا ہے تو رات میں دفن کرنے کی ممانعت خود بخود ختم ہو جاتی ہے اس سلسلے میں مختلف آثار بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ رات کو دفن کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

سعید بن علی بن وھف القحطانی لکھتے ہیں۔

وقد دفن النبی ﷺ لیلا ودفن الصدیق لیلا ودفن عمر لیلا ودفن عثمان لیلا رضی الله عنهم (صلاۃ المومن ۱۳۲۰ بحوالہ مجموع فتاوی ابن باز ۱۳/۲۱۳، ۲۱۴)

نبی ﷺ ابوبکر صدیق، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سبھی رات میں دفن کئے گئے۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یجوز دفن الاموات لیلا اذا قام الانسان بالواجب من التغسیل والتکفین والصلاۃ علیه فانه یجوز ان یدفن باللیل (مجموع رسائل ابن عثیمین: ۱۷/۱۸۰)

مردوں کو رات میں دفن کرنا جائز ہے جب انسان مردوں کے واجبی حقوق بآسانی ادا کر سکے۔

مردے کو غسل دینا اسے ساتر کفن پہنانا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا یہ انسان کے اوپر واجب ہیں اگر ان میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں ہو رہی ہے تو رات میں دفن کرنا جائز ہے۔

جس حدیث میں رات کو دفن کرنے کی ممانعت وارد ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً رات میں تدفین کی ممانعت نہیں ہے بلکہ کچھ وجوہات ہیں جیسے نماز جنازہ نہ پڑھنا، یا ناقص کفن دینا وغیرہ۔ اگر یہ یا ان جیسی وجوہات پیش آئیں تو رات میں میت کو نہ دفن کیا جائے بلکہ اگر اگلے دن کے لئے اسے موخر کر دیا جائے تاکہ کسی طرح کی حق تلفی نہ ہو اور جب اس کے تمام حقوق بآسانی ادا کئے جا سکتے ہوں تو اسے رات میں دفن کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم

دوران تدفین وعظ و نصیحت

امام وقت یا امام مسجد کبھی کبھار قبر پر دوران تدفین وعظ و نصیحت بھی کر سکتا ہے نبی ﷺ نے مختصر اور طویل خطبے دیئے ہیں جس میں عذاب قبر، فکر آخرت، قبر کے سوال و جواب، ملک الموت، جنت، جہنم اور علیین وغیرہ کے تذکرے ہیں محدث کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ نے مختلف کتب حدیث سے اسے جمع کر کے احکام الجنائز میں نقل فرمایا طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ (قبلہ رو ہو کر) بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے (اس طرح ساکن و ہمہ تن گوش) گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔

(رسول اللہ ﷺ کبھی آسمان کی طرف نظر اٹھاتے اور کبھی زمین کی طرف دیکھتے اسی حالت میں آپ نے اپنی نگاہ کو تین مرتبہ اوپر نیچے کیا) پھر دو یا تین مرتبہ فرمایا: استعیذوا باللہ من عذاب القبر۔ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

پھر تین مرتبہ کہا: اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر اے اللہ میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کی منزل طے کر رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس بہترین شکل میں فرشتے آتے ہیں ان کے چہرے سورج جیسے چمک رہے ہوتے ہیں وہ جنت سے کفن اور خوشبو لے کر آتے ہیں اور حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں: ایتھا النفس المطمئنہ اے مطمئن روح۔

ایک روایت میں ہے:

ایتھاالنفس الطیبہ اخرجی الی مغفرۃ من اللہ ورضوان ......اے پاکیزہ روح! اپنے رب کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف چل۔

پھر وہ اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزہ کے منہ سے ٹپکتا ہے چنانچہ وہ (فرشتہ) اسے لے لیتا ہے۔

(ایک روایت میں ہے کہ وہ روح نکل جاتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان ہر فرشتہ اس کے استقبال کے لئے آسمان کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں تمام دروازوں کے نگراں اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اسے ہمارے پاس سے گزارا جائے)

جب ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے آنکھ جھپکنے سے پہلے ان سے وصول کر لیتے ہیں پھر اسے جنت سے لائی ہوئی کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ (الانعام:٦١) ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

اس سے دنیا کی بہترین خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں پھر جب فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں۔

ماھذا الروح الطیب؟ یہ کس کی اتنی پاکیزہ روح ہے۔

فرشتے جواب میں کہتے ہیں یہ فلاں ابن فلاں ہیں اس کے بہترین نام سے یاد کرتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا اسی طرح وہ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں پھر وہ اس کی خاطر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو وہ کھول دیا جاتا ہے پھر اگلے آسمان تک اس آسمان کے مقرب ترین فرشتے اسے الوداع کہہ کر آتے ہیں یہی معاملہ ساتویں آسمان تک چلتا ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اکتبوا کتاب عبدی فی علیین۔ اس کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں لکھ دو۔

(وَمَا أَدْرَاکَ مَا عِلِّيُّونَ o كِتَابٌ مَّرْقُومٌ o يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ)

المطففین ۱۹ تا ۲۱)

تجھے کیا پتہ ہے علیین (بلند پایہ لوگوں کا دفتر) کیا ہے وہ تو لکھی ہوئی کتاب ہے جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔

اس کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اسے زمین تک واپس پہنچا دو میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے ان کو اسی زمین سے پیدا کیا اسی زمین میں واپس کروں گا اور اسی زمین سے ان کو دوبارہ نکالوں گا''۔

پھر اسے زمین پر واپس کر دیا جاتا ہے، اس کی روح دوبارہ اس کے جسم میں ڈال دی جاتی ہے (جب اس کے ساتھی واپس ہو رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے)

اس کے پاس دو سخت لب و لہجہ والے فرشتے آتے ہیں وہ اسے سخت انداز میں حکم دے کر بٹھا دیتے ہیں پھر دونوں اس طرح سوال کرتے ہیں:

مَنْ رَبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟

وہ جواب دیتا ہے:

رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے۔

وہ سوال کرتے ہیں:

مَادِيْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟

وہ جواب دیتا ہے:

دِيْنِيَ الْإِسْلَامَ میرا دین اسلام ہے۔

وہ سوال کرتے ہیں۔

مَاهٰذَ الرَّجُلُ الَّذِيْ بَعَثَ فِيْكُمْ؟ جو آدمی تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

وہ جواب دیتا ہے۔

هُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

وہ سوال کرتے ہیں۔

وَمَایُدْرِیْکَ؟ تجھے کیسے علم ہوا؟

وہ جواب دیتا ہے۔

میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق، فرشتہ اسے جھنجوڑ کر کہتا ہے۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ آخری آزمائش ہے جو کسی مومن کو درپیش ہوتی ہے اسی موقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا (ابراہیم:۲۷) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک قول ثابت کی بنیاد پر دنیا میں ثبات عطا کرتا ہے۔

چنانچہ وہ آدمی جواب میں کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے میرے نبی محمد ﷺ ہیں پس ایک منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے میرے بندے نے سچ کہا اس کا ٹھکانہ جنت میں بنادو اسے جنت کا لباس پہنادو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ اس طرح جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے اس کی قبر تا حد نگاہ کشادہ کردی جاتی ہے ایک بہترین لباس میں ملبوس اچھی خوشبو والا خوبصورت آدمی اس کے پاس آکر کہتا ہے تجھے خوش کن خبر کی بشارت دیتا ہوں اس کی رضامندی کی خوش خبری اور ایسے باغات کی بشارت جس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔

وہ شخص جواب میں کہے گا اللہ تم کو خوش وخرم رکھے۔ تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ تو کوئی اچھی خبر ہی لاسکتا ہے وہ جواب دیتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں (واللہ میں اتنا ہی تجھے جانتا ہوں کہ تم اللہ کی اطاعت کرنے میں جلدی کرنے والے اور اسی کی نافرمانی میں بہت سست واقع ہوئے ہو اللہ

تعالیٰ تجھے بہتر بدلہ دے گا)

پھر اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ اور جہنم کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تو تیرا یہ مقام (جہنم) ہوتا۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مقام (جنت) عطا فرمایا ہے۔ جب وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

رب عجل قیام الساعة کی ماارجع الی اهلی ومالی اے رب قیامت جلد بپا کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال تک پہنچ سکوں۔ اسے جواب ملتا ہے ابھی آرام کرو۔

اور جب کافر اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں (بڑے سخت اور طاقتور) جن کے چہرے کالے ہوتے ہیں اور ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں اور وہ حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر اس سے کہتے ہیں:

ایتها النفس الخبیثه اخرجی الی سخط من الله وغضب اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے کی طرف چل۔

پھر اس کے جسم میں داخل ہو کر اس طرح اس کی روح نکالتے ہیں جیسے گوشت والی نوکدار سیخ بھیگے اون سے نکالی جائے (اس کی وجہ سے رگیں اور پٹھے ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں) (زمین اور آسمان کے درمیان اور آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے آسمان کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ہر دروازے کا نگراں اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتا ہے کہ یہ روح یہاں سے نہ گزاری جائے) ملک الموت اسے نکال لیتا ہے آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان کے ہاتھ سے لے کر اسے جہنمی ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں اس ٹاٹ سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے زمین کے سڑے گلے مردار کی ہو فرشتے اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں یہ کس خبیث کی روح ہے؟ تو فرشتے اس کا بدترین قسم کا دنیاوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس طرح وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں جب

اس کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو نہیں کھولا جاتا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمایا:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الاعراف:۴۰)

ان کے لئے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے (سوراخ) سے اونٹ کا گزرنا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اس کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر میں لکھ دو جو کہ سب سے نچلی زمین میں ہے۔ پھر فرماتا ہے: میرے اس بندے کو زمین پر واپس کردو میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ اسی سے انہیں پیدا کروں گا اسی میں واپس کروں گا اور یہیں سے دوبارہ اٹھاؤں گا، چنانچہ بہت بری طرح اس کی روح کو آسمان سے نیچے تک پھینک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے جسم پر آ کر گرتی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمایا:

وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (الحج:۳۱)

جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

اس کی روح اس کے جسم میں واپس کردی جاتی ہے جب اس کے ساتھی واپس ہو رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ (سخت مزاج فرشتے جھنجھوڑ کر) اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے دونوں سوال کرتے ہیں۔

من ربک: تیرا رب کون ہے؟

وہ انتہائی پریشانی کے عالم میں جواب دیتا ہے۔

ھاہٖ ھاہٖ لاادری۔ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر وہ سوال کرتے ہیں

مادینک؟ تیرا دین کیا ہے۔

پھر کہتا ہے

ھاہ ھاہ لاادری۔ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر سوال کرتے ہیں۔

فَمَا تَقُوْلُ فِی ھٰذِہِ الرَّجُلِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ جو آدمی تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

تو اسے نام کا بھی پتہ نہیں ہوتا۔ جب بتایا جاتا ہے کہ محمد (ﷺ) ہیں تو وہ پریشانی کے عالم میں کہتا ہے ھاہ ھاہ لاادری ہائے افسوس میں نہیں جانتا البتہ لوگوں کو ایسا کہتے سنا ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو خود پہچان سکا اور نہ تو نے کسی کی بات سنی۔

منادی آسمان سے اعلان کرتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھادو اور اس کے لئے جہنم کی طرف دروازہ کھول چنانچہ اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لو آتی ہے اس کی قبر اس حد تک تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں باہم پھنس جاتی ہیں۔

اس کے پاس بدنما چہرے کا آدمی آتا ہے جس کے کپڑے بھی بہت گندے ہوتے ہیں سرانڈ اٹھ رہی ہوتی ہے وہ آکر کہتا ہے ایک تکلیف دہ خبر ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا وہ جواب میں کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی تکلیف دہ خبر سے دوچار کرے تم کون ہو ایسا چہرہ تو کوئی بری خبر ہی لا سکتا ہے وہ کہتا ہے میں تیرا خبیث عمل ہوں (واللہ میری معلومات میں تو نیکی میں بڑا سست اور برائی کے معاملے میں بڑا چست تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ تجھے برا ہی بدلہ دے گا۔ پھر اس کے اوپر ایک اندھا، گونگا اور بہرا داروغہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک ایسی سلاخ ہوتی ہے کہ اگر پہاڑ پر بھی ماردی جائے تو اسے ریزہ ریزہ کر دے پھر وہ ایک ایسی کاری

ضرب لگاتا ہے جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ سابقہ حالت پر کر دیتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ ضرب لگاتا ہے جس کی تکلیف سے وہ ایسی چیخ لگاتا ہے جسے جنوں اور انسانوں کے سوا ہر جاندار سنتا ہے۔

اس کے لئے آگ (جہنم) کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لو آتی ہے اور آگ ہی کا بچھونا ہوتا ہے وہ کہتا ہے: رب لا تقم الساعة۔ اے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔
(احکام الجنائز للالبانی ۱۹۸ تا ۲۰۲)

دفن کرنے کے بعد چند مسنون اعمال

۱- قبر کی اونچائی مقدار بالشت ہو:

قبر کو زمین سے ایک بالشت کی مقدار اونچا کریں تاکہ بآسانی قبر جانی جا سکے اور اس کی حفاظت ہو کوئی انجانے میں اس کی توہین نہ کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے لئے لحد تیار کی گئی اور اس پر کچی اینٹیں لگائی گئیں اور زمین سے ایک بالشت کی مقدار آپ کی قبر بلند کی گئی۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۴۱۰)

۲- قبر کوہان نما ہو:

قبر کی اونچائی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو اور قبر کی شکل کوہان نما ہونی چاہئے۔

حضرت سفیان بن دینار التمار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر (اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں) کو کوہان نما دیکھا ہے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

۳- پتھر یا کوئی نشانی رکھنا:

قبر پر پتھر یا کوئی نشانی رکھی جا سکتی ہے تاکہ اہل خاندان میں سے کوئی فوت ہو تو اس کے پاس اسے دفن کر دیا جائے۔

حضرت مطلب بن وداعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کا جنازہ لا کر دفن کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا کہ وہ پتھر لے کر آئے وہ آدمی پتھر نہ اٹھا سکا آپ ﷺ وہاں تک گئے اور اپنی آستین چڑھائی حضرت مطلب بیان کرتے ہیں کہ جن صحابی نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے وہ فرماتے تھے کہ گویا کہ میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کے بازووں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں جب کہ آپ نے آستین اونچی کی پھر آپ نے پتھر اٹھا کر اس کے سر کی طرف رکھ دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پہچان سکوں گا اور جو میرے خاندان سے مرے گا اس کے قریب دفن کردوں گا۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز سنن البیہقی ۳/۴۱۲ احکام الجنائز للالبانی ۱۹۷)

۴۔ پانی چھڑکنا:

دفن سے فراغت کے بعد قبر پر پانی چھڑکا جائے اس سلسلے میں کوئی صحیح مرفوع روایت مروی نہیں ہے اور پانی چھڑکنے کے متعلق جو روایتیں آئی ہیں وہ ضعیف ہیں البتہ ایک مرسل لیکن سندا صحیح روایت ہے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (قبر پر) پانی چھڑکنے کا معمول تھا۔

(مصنف عبدالرزاق ۶۴۸۲ مراسل ابوداؤد ۱۸ بیہقی ۳/۴۱۱ قال الالبانی فی ارواء الغلیل ۳/۲۰۶ وھذا سند صحیح مرسل)

پانی چھڑکنے میں دیگر مصالح بھی ہیں علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لا باس ان یرش لان الماء یمسك التراب فلا یذهب یمینا ویسارا (مجموع رسائل ابن عثیمین ۱۷/۱۹۴)

قبر پر پانی چھڑکنے میں کچھ حرج نہیں ہے اس لئے کہ پانی مٹی کو نمناک کر کے بٹھا دیتا ہے پھر مٹی دائیں بائیں نہیں بکھرتی۔

۵- کھڑے ہوکر ثابت قدمی کی دعا کرنی چاہئے:

تدفین سے فراغت کے بعد امام مسجد، صدر جماعت یا میت کا کوئی قرابت دار اعلان کرے اور تمام حاضرین سے دعا کی درخواست کرے پھر سب لوگ میت کی ثابت قدمی کی دعا کریں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو کھڑے ہو کر فرماتے اپنے بھائی کے حق میں استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

اس موقع پر نہ تو کوئی خاص دعا بتلائی گئی ہے نہ ہی کوئی مخصوص طریقہ ہاں دعا میں ایسے الفاظ ہوں جس میں میت کے لئے ثابت قدم رہنے کی بات ہو۔ مثلاً

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلَہٗ وَارۡحَمۡہُ وَاعۡفُ عَنۡہُ۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتۡہُ عَلَی الۡقَوۡلِ الثَّابِتِ۔ اے اللہ اس کو بخش دے اس پر رحم فرما اس کی خطا معاف فرما اے اللہ! اس کو قول ثابت (یعنی کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھ۔

یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ دعا عربی زبان ہی میں کی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ سے آپ کسی بھی زبان میں دعا کر سکتے ہیں وہ سب جانتا ہے اور سب کی سنتا ہے اسی لئے ہر شخص نہایت اخلاص سے فرداً فرداً میت کی ثابت قدمی کے لئے دعا کرے۔

میت کے گھر کھانا بھجوانا

میت کے گھر حزن وملال اور غم واندوہ کے سبب کسی کو سکون وقرار نہیں رہتا بھوک اور پیاس کا احساس بھی قدرے کمزور پڑ جاتا ہے مگر زندوں کے لئے تو بہر حال کھانے پینے کی ضرورت ہے شریعت نے اس کا خاطر خواہ انتظام کیا ہے کہ جب میت کے گھر والے اپنے غم میں مشغول ہو جائیں تو قرابت داروں اور اڑوس پڑوس والوں کو چاہئے کہ ان کے کھانے کا انتظام کریں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر

آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خاندان جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کے پاس ایسی خبر آئی ہے جس نے انہیں مشغول کردیا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

میت کے گھر کھانا بھیجنا اور انہیں اصرار سے کھلانا چاہئے شدت غم یا پاس ولحاظ کی وجہ سے وہ اگر کھانے سے معذوری ظاہر کریں تو بھی سمجھا بجھا کر انہیں تھوڑا بہت کھلانے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ جو غم سے نڈھال ہیں بغیر کھائے پیئے مزید نڈھال نہ ہوجائیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب میں اسے سنت بتا کر عبداللہ بن جعفر والی روایت بیان فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں:

واحب لجيران الميت اوذى قرابته ان يعملوا لاهل الميت فى يوم يموت وليلة طعاما يشبعهم فان ذالك سنة وذكر كريم وهو من فعل اهل الخير قبلنا وبعدنا لانه لما جاء نعى جعفر قال رسول الله ﷺ اجعلوا لال جعفر طعاما فانه قد جاء هم امر يشغلهم[کتاب الام:۱/۳۱۷)

میں میت کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے لئے یہ کام پسند کرتا ہوں کہ وہ ایک دن اور رات کا کھانا اہل میت کے لئے تیار کریں کیونکہ یہ سنت ہے اور اچھا کام بھی جو صاحب خیر یہ کام ہم سے قبل کر چکے یا ہمارے بعد کریں گے انہوں نے اس سنت پر عمل کیا کہ جب جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی ﷺ نے فرمایا تھا ''خاندان جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کے پاس ایسی خبر آئی ہے جس نے انہیں مشغول کردیا ہے''۔

الحمدللہ یہ سنت مسلمانوں میں رائج ہے اگر کہیں اس پر عمل نہ ہو رہا ہو تو اہل علم حضرات کو وہاں اسے عملی جامہ پہنانا چاہئے۔

تدفین سے متعلق بعض غیر مسنون رائج امور

مسلمان کا ہر کام سنت کے مطابق ہی ہونا چاہئے مگر بدقسمتی سے کچھ گمراہ فرقوں کی ملمع کاری اور

غیر اقوام کے میل جول سے ہم اہل سنت مسلمانوں میں بھی بہت سے ایسے رسم و رواج نے جڑ پکڑ لیا ہے جو سراسر بدعت و ضلالت پر مشتمل ہیں اور وہ زندگی کے ہر شعبے میں پائے جاتے ہیں زیر نظر مضمون میں تدفین کے متعلق ان امور کی نشان دہی کی گئی ہے جو سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں مگر مختلف علاقوں میں مختلف شکلوں میں یہ بدعتیں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو مضبوطی کے ساتھ سنتوں کے تھامنے اور بدعتوں سے دور رہنے کی توفیق ارزانی دے۔ آمین تقبل یا رب العالمین۔

- تدفین سے قبل کوئی جانور ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کرنا بھی خود ساختہ عمل ہے۔
- قبر کے پاس صدقہ کرنا یا فقراء کو جمع کر کے صدقہ کرنا بھی خلاف سنت ہے۔
- قبر میں میت کے سر کے نیچے تکیہ یا اس طرح کی کوئی چیز رکھنا بدعت ہے۔
- قبر میں مٹی ڈالنے سے قبل میت کے سرہانے قرآن مجید رکھ کر ہٹا لینا یا مٹی ڈالتے وقت قرآن کی تلاوت کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔
- قبر میں اتارتے ہوئے یا اس سے کچھ پہلے یا بعد میں بھی اذان و اقامت بدعت ہے۔
- قبر کے سرہانے سے میت کو قبر میں اتارنا خلاف سنت عمل ہے۔
- تدفین سے قبل میت کی چارپائی کے اردگرد مخصوص یا اجتماعی ذکر و اذکار بدعت ہے۔
- میت کی تدفین تک گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں کا کھانے پینے سے کلیۃً اجتناب کا کوئی ثبوت نہیں۔
- موت سے قبل اپنی قبر کھود کر رکھنا ایک خود ساختہ عمل ہے۔
- میت دفن کرنے کے بعد قبر پر کھانا لے جا کر تقسیم کرنا ایک جاہلانہ رسم ہے۔
- قبر میں میت کے سرہانے شجرۂ نسب، بیعت نامہ، عہد نامہ اور کلمہ طیبہ وغیرہ رکھنا اور یہ تصور کرنا کہ اس سے عذاب میں تخفیف ہوگی بے سند بات ہے۔
- قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے پہلے لپ کے ساتھ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ اور دوسرے لپ کے ساتھ

وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ اور تیسرے لپ کے ساتھ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى "پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

- میت دفن کرنے کے بعد سر کی طرف کھڑے ہو کر یا قبر کی مٹی میں شہادت کی انگلی داخل کر کے سورۃ الفاتحہ اور پاؤں کی طرف مذکورہ طریقے پر سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیتیں وغیرہ پڑھنا بھی سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

- قبر پر تین لپ سے زیادہ مٹی ڈالنا اور پہلے لپ پر بِسۡمِ اللّٰهِ دوسرے لپ پر اَلۡمُلۡكُ لِلّٰهِ تیسرے لپ پر اَلۡقُدۡرَةُ لِلّٰهِ چوتھے لپ پر اَلۡعِزَّةُ لِلّٰهِ پانچویں لپ پر اَلۡعَفۡوُ وَالۡغُفۡرَانُ، چھٹے پر اَلرَّحۡمَةُ لِلّٰهِ اور ساتویں لپ پر كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ اور مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ پڑھنا بدعت ہے۔

- قبر پر پھول کی چادر ڈالنا یا خیمہ نصب کرنا بھی بدعت ہے۔

- قبر پر گلاب، مونگرا یا کسی بھی درخت کی ہری ٹہنی لگانا بدعت ہے

- قبر حسین (رضی اللہ عنہ) یا کسی بزرگ کے قبر کی مٹی اس عقیدے کے ساتھ قبر میں ڈالنا کہ وہ میت کے عذاب میں تخفیف کا سبب بنے گی بدعت ہے۔

- قبر پر کھانے پینے کی چیزیں رکھنا یا چند سامان خورد و نوش یکجا کر کے کسی کپڑے میں لپیٹ کر (توشہ تصور کرتے ہوئے) رکھنا بھی سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

- قبر کو سنوارنا، سجانا اور اس پر پھول ڈالنا بھی بدعت ہے۔

- الٹی ہتھیلیوں کی پشت کی طرف سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ کہتے ہوئے حاضر لوگوں کا قبر میں مٹی ڈالنا بدعت ہے۔

- میت کو ایک جگہ بطور امانت دفن کرنا پھر اسے دوسری جگہ منتقل کرنا بھی بدعت ہے۔

- عورت کی قبر پر بجائے ایک کے دو پتھر نصب کرنا خود ساختہ عمل ہے۔

- قبر پر میت کو تلقین کی جاتی ہے اسے باآواز بلند قبر کے اندر پیش آنے والے سوالات اور

جوابات بتائے جاتے ہیں تلقین اور مروجہ الفاظ سے میت کو متنبہ کرنا سنت سے ثابت نہیں۔

● تدفین سے واپسی کے بعد ہاتھ پاؤں دھوئے بغیر گھر کے اندر داخل ہونے سے اپنے آپ کو روکے رکھنا بھی جہالت اور بدعت پر مشتمل واہمہ ہے۔

تعزیت کا ثواب

میت کے گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں یعنی غم واندوہ سے دوچار متعلقین سے تعزیت اور اظہار ہمدردی کرنا انہیں ہمت دلانا اور تسلی آمیز گفتگو کرنا بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت یعنی اظہار ہمدردی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسے قابل رشک لباس پہنائے گا''۔ (تاریخ بغداد ۱۳۹۷/۳ احکام الجنائز للالبانی ۲۰۶)

میت کے اہل خانہ سے تعزیت اور اظہار ہمدردی نبی ﷺ کی سنت ہے اور کئی مواقع پر آپ ﷺ نے جو تسلی آمیز کلمات کہے ہیں وہ محفوظ ہیں اگر کوئی انہیں یاد کر لے تو بہتر ہے کہ ان کلمات کو کہے ورنہ جس احسن انداز سے وہ ان کے رنج وغم کو ہلکا کر سکتا ہو اور انہیں صبر و تسلی دے سکتا ہے ضرور دے تعزیت کے لئے کوئی خاص دعا متعین نہیں ہے حسب ضرورت آدمی اپنے بھائی کی مصیبت کو ہلکا کرنے اور اسے تسلی دینے کے لئے اپنی زبان سے جو الفاظ کہے گا وہی تعزیت ہوگی اور ان شاءاللہ اسے ضرور تعزیت کا ثواب ملے گا۔

تعزیت کے کلمات

میت کے متعلقین سے تعزیت کرنا نبی ﷺ سے ثابت ہے اور کچھ تعزیتی کلمات بھی اگر کوئی شخص ان کلمات کو یاد کر لے تو بہتر ہے لیکن تعزیت کے کلمات سے مصیبت زدہ کا آگاہ ہونا بھی ضروری ہے ورنہ عربی سے ناواقف کسی شخص کی تعزیت عربی کلمات سے ممکن نہیں مصیبت زدہ کو

صبر اور تسلی جس احسن طریقے سے حاصل ہو اسے اپنایا جائے اور اپنی زبان میں ہوتا کہ تعزیت کا مقصد بھی حاصل ہو سکے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی نے پیغام بھیجا کہ میرا ایک بچہ فوت ہو رہا ہے آپ تشریف لائیں، آپ ﷺ نے واپسی پیغام میں سلام کے بعد فرمایا: **إِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ** (بخاری کتاب الجنائز)

یقیناً اللہ کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دے رکھا ہے اس کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے (لہٰذا) صبر کر کے اس کا ثواب حاصل کرنا چاہیے۔

جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہار ہمدردی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: **اَللّٰهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِيْ اَهْلِهٖ وَبَارِكْ لِعَبْدِاللّٰهِ فِيْ صَفْقَةِ يَمِيْنِهٖ** (مسند احمد ۱/۲۰۴) اے اللہ! خاندان جعفر کا والی بن جا۔ اور عبداللہ کی کمائی میں برکت عطا فرما (یہ دعائیہ کلمات نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ کہے)

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے اور یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْلَهٗ فِيْهِ .

(مسلم کتاب الجنائز)

اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت والوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور ان کے پسماندگان کی حفاظت فرما اے رب العالمین ہم سب کو اور مرنے والے کو بخش دے، میت کی قبر کشادہ کر دے اور اس میں اس کے لئے روشنی کر دے۔

نوٹ: جب کسی کی تعزیت کے وقت اس دعا کو پڑھیں تو ابی سلمہ کے بجائے میت کا نام لیں

یہ پوری دعا میت کے لئے مغفرت بخشش اور خیر خواہی پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد اپنی زبان سے تسلی آمیز کلمات بھی کہیں تاکہ اس کا غم کم ہو سکے اور اسے تسلی حاصل ہو۔

تعزیت کے اوقات

تعزیت کے لئے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے دفن سے پہلے بھی تعزیت کر سکتے ہیں اور بعد میں بھی قبرستان سے سیدھے میت کے گھر تعزیت کے لئے پہنچنا یا تین دن کے اندر تعزیت کو محدود کر دینا بھی درست نہیں ہے۔

آدمی جس طرح کے صدمے سے دوچار ہوا ہے اس کی کیفیت اور نوعیت کو سمجھتے ہوئے اسے بار بار صبر کی تلقین اور تسلی آمیز کلمات گوش گزار کئے جا سکتے ہیں اور اگر کسی کے انتقال کی خبر کسی وجہ سے دیر سے ملے تو بھی اس سے جا کر اظہار ہمدردی و غمخواری کیا جا سکتا ہے یہ سب نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں پھر آپ ﷺ تین دن تک آل جعفر کے ہاں جانے سے رکے رہے پھر آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

آج کے بعد میرے بھائی کو نہ رونا میرے دونوں بھتیجوں کو بلاؤ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حجام کو بلاؤ، حجام نے آ کر ہمارے سر مونڈ دیئے (1) پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

محمد تو ہمارے چچا ابو طالب کا ہم شکل ہے اور عبداللہ شکل اور اخلاق میں مجھ سے ملتا جلتا ہے اس موقع پر آپ نے میرا ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی۔

---

(1) اس سے کوئی مسلمان دھوکہ نہ کھائے کہ کافروں کی طرح مسلمان بچوں کے بال مونڈ دیئے گئے اور موت کے بعد بال منڈوانا بھی درست ہے حقیقت یہ ہے کہ بچوں کے بال چھوٹے بڑے بے ترتیب تھے جسے قزع کہتے ہیں پس بال منڈوانے کی ممانعت بخاری کتاب الجنائز میں موجود ہے جو ممنوع امور میں گزر چکا ہے۔ (اثری)

اے اللہ! خاندان جعفر کا والی بن جا عبداللہ کے ہاتھ (کمائی) میں برکت دے یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائی۔

پھر ہماری والدہ تشریف لے آئیں آپ ﷺ سے ہماری یتیمی کا تذکرہ کیا ورا پنا غم آپ کو بتانے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تمہیں ان کی تنگ دستی کی فکر ہے ان کا تو میں خود دنیا و آخرت میں سرپرست ہوں۔

(مسند احمد ۱/۲۰۴)

حضرت قرۃ المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف رکھتے تو کئی صحابہ کرام آپ کی خدمت میں آ کر بیٹھ جاتے ان میں سے ایک صاحب کا چھوٹا بچہ تھا اسے پشت پر بیٹھا کر لاتے اور اپنے سامنے بیٹھا لیتے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ سے محبت فرمائے جیسی میں اس سے محبت کرتا ہوں) وہ بچہ فوت ہو گیا چنانچہ اس آدمی کا اپنے بیٹے کی یاد اور غم کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی محفل میں آنا بند ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے نہ دیکھا تو فرمایا فلاں آدمی کو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ کرام نے کہا، اس کا جو بچہ آپ نے دیکھا تھا وہ فوت ہو گیا ہے چنانچہ نبی ﷺ نے ملاقات کر کے اس سے بچے کے بارے میں دریافت کیا؟ اس نے بتایا وہ تو فوت ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے فلاں! کون سی صورت تجھے زیادہ پسند ہے یہ کہ تم اس سے اس دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھاؤ یا کل روز قیامت تجھ سے آگے بڑھ کر تمہارے لئے جنت کا دروازہ کھول دے۔ اس نے عرض کیا یا نبی اللہ! یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ وہ آگے بڑھ کر میرے لئے جنت کا دروازہ کھول دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو تیرے لئے ہو چکا ہے۔

ایک انصاری نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں قربان! کیا یہ اس کی خصوصیت ہے یا ہم سب کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لئے ہے۔

(نسائی کتاب الجنائز: مستدرک حاکم: ۱/۳۸۴)

ایک انصاری عورت کا بچہ فوت ہو گیا تو اس نے جزع وفزع کیا رسول اللہ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے اس عورت سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے (فوت شدہ) بچے پر جزع وفزع کیا ہے پھر آپ نے اسے اللہ کے تقویٰ اور صبر کی تلقین فرمائی۔

وہ کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میں کیوں نہ جزع وفزع کروں میں ایسی عورت ہوں جو ''رقوب'' ہے (جس کا بچہ زندہ نہ بچے) اور میرا صرف یہی بچہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا: ''رقوب'' تو وہ ہے جس کا بچہ باقی رہے پھر فرمایا: جس مسلمان مرد یا عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اگر وہ اللہ سے اجر کا طلبگار رہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان بچوں کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا (جبکہ وہ آپ کے دائیں تھے) میرے والدین قربان اور دو کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں دو کی وجہ سے بھی۔ (بزار، حاکم احکام الجنائز للالبانی ۲۰۸)

ان احادیث سے تعزیت کے مختلف اوقات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے قبرستان سے فوراً میت کے گھر تعزیت کے لئے پہنچنا یا تین دن کے اندر ہی تعزیت کو محدود کر دینا درست نہیں ہے بلکہ قبرستان، گھر، راستہ، مسجد کہیں بھی اور کسی بھی وقت مصیبت زدہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جاسکتا ہے اس میں بڑی وسعت ہے انسان اپنی سہولت اور آسانی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے غم زدہ بھائی کے دکھ درد کو کم کرنے کی کوشش کرے اسی کا نام تعزیت ہے۔

تعزیت کی خاطر جمع ہونا اور غم زدہ کا گھر پر بیٹھنا

اسلام نے اپنے متبعین کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا ہے الا یہ کہ بیوی اپنے شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن سوگ منائے گی۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے موت کی خبر آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے روز زرد خوشبو منگا کر اپنے رخسار اور ہاتھوں پر مل کر مسئلہ بتایا کہ شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں۔ خود نبی ﷺ تین دن تک آل جعفر کے یہاں جانے سے رکے رہے اس کے بعد

تشریف لائے اور فرمایا آج کے بعد میرے بھائی کو نہ رونا۔

تعزیت سنت ہے لیکن اس کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں بتایا گیا ہے جس کے گھر میت ہوتی ہے جو صدمہ سے دوچار ہوا ہے وہ جہاں کہیں بھی ملے آپ اس سے دوچار تسلی آمیز بات کہہ لیں اظہار ہمدردی کر دیں اس کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کریں یہی تعزیت ہے خواہ وہ آدمی گھر میں ملے بازار، قبرستان، مسجد، گلی کوچوں یا عام شاہراہوں پر ملے کہیں بھی آپ تعزیت کر سکتے ہیں اور جو شخص صدمے سے دوچار ہوا ہے وہ گھر میں بیٹھ جائے مسجد آنا چھوڑ دے گھر سے بالکل باہر نہ نکلے اس نیت سے کہ لوگ گھر آ کر ہماری تعزیت کریں تو یہ طریقہ بھی غلط ہے ہاں تین دن تک وہ گھر پر ضرور بیٹھے مگر فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے اسے مسجد آنا بھی ضروری ہے مسجد نہ آنے کے لئے یہ کوئی شرعی عذر نہیں ہے۔

اسی طرح تمام لوگوں کا ایک ساتھ قطار لگا کر تعزیت کی رسم نبھانا اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام اس طرح جمع ہونے کو نوحہ میں شمار کرتے تھے۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم میت کے گھر اکٹھا ہونا اور دفن کے بعد کھانا تیار کرنا نوحہ میں شمار کرتے تھے۔ (مسند احمد: ۲/۲۰۴)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تعزیت کی خاطر بیٹھنے کو امام شافعی رحمہ اللہ اور مصنف کتاب (الشیر ازی) اور دیگر بہت سارے اہل علم ناپسند فرماتے ہیں (رحمہم اللہ) ان کا کہنا ہے کہ تعزیت کی خاطر اس شکل میں بیٹھنا منع ہے کہ میت کے متعلقین ایک جگہ جمع ہو جائیں اور جو تعزیت کرنا چاہے ان کے پاس پہنچ جائے ان کی رائے ہے کہ متعلقین میت کو اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا چاہئے جو ان سے ملے تعزیت کر لے تعزیت کی خاطر عورتوں اور مردوں کے اجتماع کی کراہیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ۵/۳۰۶)

جس بات کو امام نووی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے وہ کتاب الام میں موجود ہے۔ واکرہ الماتم وھی الجماعه وان لم یکن لھم بکاء فان ذالك

يجدد الحزن ويكلف المؤنة مع مامضى فيه الاثر (كتاب الام: ۳۱۸/۱)

اظہار افسوس کے لئے جمع ہونے کو میں ناپسند کرتا ہوں خواہ اس میں رونا بھی نہ ہو اس لئے کہ یہ غم کو تازہ کرتا ہے اور اخراجات بھی ہوتے ہیں اس سلسلے میں ایک صحابی کی رائے بھی گزر چکی ہے گویا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت جریر بن عبداللہ والی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ایک خانہ ساز تعزیت

کچھ علاقوں میں میت کے گھر قریبی رشتہ کی عورتیں بعد تدفین تین دن تک قیام کرتی ہیں جو تیسرے دن میت کے پسماندگان کو ہدیۂ کپڑے وغیرہ منگا کر دیتی ہیں اور میت کے اوصاف وغیرہ بیان کر کے ماتمی ماحول پیدا کرتی ہیں پھر وہ عورتیں غسل کر کے اپنے اپنے گھر چلی جاتی ہیں اور اپنے اس عمل کو باعث ثواب اور حق قرابت کی ادائیگی کا ذریعہ سمجھتی ہیں کیونکہ وہ تین دن تک گھر والوں کے سوگ میں سوگوار رہتی ہیں حالانکہ ان کا یہ عمل نہ تو ثواب ہے اور نہ تعزیت کی کوئی قسم ہے بلکہ کسی ناواقف شریعت ملا، یا ملائن کی ایجاد ہے۔

میت کے گھر ٹھہرنا ہجوم کرنا انہیں زیر بار کرنا اور ان کے زخمی دل کو کریدنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے بلکہ ماتم وبین کرنا رونا اور رلانا شریعت میں ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو اسلامی سوجھ بوجھ عطا فرمائے تا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے پہلے شریعت کا حکم بھی جان لیا کریں اور بدعات کے دلدل میں پاؤں ڈالنے سے بچیں۔

تعزیت کی بعض قبیح رسمیں

انسان اپنے کسی عزیز کے بچھڑنے سے کتنا ہی غمزدہ کیوں نہ ہو رفتہ رفتہ اسے صبر آہی جاتا ہے اور وہ حسب معمول اپنے کام کاج اور دوسرے مصروفیات میں مشغول ہو جاتا ہے لیکن بعض علاقوں میں یہ رسم رائج ہے کہ مرنے والے کی برسی پر عزیز واقارب اس کے گھر پر جمع ہوتے ہیں

عورتیں روتی دھوتی ہیں علانیہ نوحہ کرتی ہیں بھولے بسرے غم کو تازہ کیا جاتا ہے اور گھر والا ان کی ضیافت سے زیر بار بھی ہوتا ہے۔ یہ ایک قبیح رسم ہے کیونکہ اسلام میں اس طرح سوگ مباح اور جائز نہیں ہے۔

اس طرح شب برأت کے موقع پر بھی مختلف پکوان کے ساتھ اعزہ واقارب میت والے کے گھر آدھمکتے ہیں محض اظہار ہمدردی اور پرسہ دینے کی خاطر جبکہ بے چارہ گھر والا اپنا غم بھول چکا ہے وقت کے مرہم نے اس کے زخموں کو مندمل کر دیا ہے مگر دوبارہ اس کا غم تازہ کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ مرنے والے کی روح شب برأت کو اپنے گھر آئے گی تو اسے اچھے اچھے پکوان کھلا کر خوش بھی کرنا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ روحیں دنیا میں بھٹکنے کے لئے آتی ہی نہیں ہیں۔ یہ عقیدہ بھی جہالت پر مبنی ہے۔

اس طرح عید اور بقرعید کے موقع پر جب سارے مسلمان عیدگاہ سے نماز پڑھ کر گھر آتے ہیں تو ان گھروں پر حاضری اور تعزیت کو ضروری سمجھتے ہیں جو پورے سال بھر میں اپنے کسی عزیز کے صدمے سے دوچار ہوئے ہیں بلکہ کچھ ناسمجھ قسم کے لوگ تو عید اور بقرعید کی نماز میں شامل ہی نہیں ہوتے تاکہ لوگ ہمارے گھر آکر ہماری تعزیت کریں یہ بھی ایک قبیح رسم ہے کہ لوگوں کی آمد کا سلسلہ گھر والوں کی تکالیف میں اضافہ کرتا ہے اور ان کا غم تازہ ہو جاتا ہے انہیں زبردستی صدمے سے نڈھال کر دیا جاتا ہے جبکہ اسلام میں تین دن سے زیادہ سوگ اور غم کا کوئی تصور نہیں ہے اس طرح کی رسمیں سراسر شریعت کے منافی ہیں جنہیں ترک کر دینا ہر مسلمان پر واجب ہے کیونکہ وفات کے وقت تعزیت ان کے غم کو ہلکا کرتا ہے انہیں تسلی دلائی جاتی ہے لیکن ایک برس کے بعد برسی یا شب برأت، عید اور بقرعید وغیرہ کے مواقع پر تعزیت یا اظہار غمخواری ان کے غم کو ابھارتا ہے دوبارہ ان کا غم تازہ ہو جاتا ہے اور شریعت میں تعزیت کا جو مقصد ہے یہ سب رسمیں بالکل اس کی ضد ہیں۔ یہاں غم ہلکا نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں مزید غمگین بنایا جاتا ہے ان کے دل کو دکھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان قبیح رسموں کو چھوڑنے کی توفیق ارزانی بخشے۔ آمین۔

میں کب کا بھول چکا غم، مگر میرے یارو!
یہ روز روز دلاسے تسلیاں کیا ہیں؟

سوگ کا معنی و مفہوم

فارسی، اردو اور ہندی میں لفظ سوگ: مصیبت، ماتم، غم اور رنج کے معنی میں مستعمل ہے۔ عربی میں سوگ کو حداد (ماتم) کہتے ہیں اسی سے لفظ سوگوار بنا ہے جس کا اطلاق ہر مصیبت زدہ پر ہوتا ہے سوگوار کو عربی میں حزین، مغموم اور مھموم کہتے ہیں۔

احداد: حد سے ماخوذ ہے اور حد لغت میں روکنے اور منع کرنے کو کہتے ہیں چونکہ مصیبت زدہ بہت سی چیزوں سے رک جاتا ہے اور سوگواری کے ایام میں وہ اپنی بہت سی معمولات اور جائز خواہشات کو ترک کر دیتا ہے اس مناسبت سے اسے احداد، اور حداد کہتے ہیں اہل لغت اس سے ایک مخصوص قسم کا معنی مراد لیتے ہیں یعنی شوہر کی وفات پر عورت کا زیب وزینت وغیرہ سے رک جانا۔

شرعی اصطلاح میں سوگ کا مطلب ہے کہ بیوہ عورت ایام عدت میں زیب وزینت اور ان تمام اشیاء کو ترک کر دے جو شوہر کی دلجوئی اور رغبت کی خاطر کیا کرتی تھی۔ (شریعت میں اس کی تفصیلات موجود ہیں)

عمومی سوگ صرف تین دن

ایک عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی میت پر صرف تین دن سوگ منا سکتی ہے اس سے زیادہ سوگ منانا حرام ہے اگرچہ مرنے والا اس کا باپ بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کو جو اللہ اور قیامت پر یقین رکھتی ہو اپنے شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا درست

نہیں۔(بخاری کتاب الطلاق)

اس سلسلے میں ازواج مطہرات اور دیگر صحابیات کے آثار بھی موجود ہیں۔

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو میں ان کے پاس گئی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے زرد رنگ کی خوشبو منگائی شاید زعفران سے تیار شدہ یا کوئی اور خوشبو تھی انہوں نے ایک لڑکی کو خوشبو لگائی پھر اپنے گالوں پر لگا لیا اور کہنے لگیں (میں تو بیوہ ہوں) مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر یہ سنا ہے آپ فرماتے تھے جو عورت اللہ اور قیامت پر یقین رکھتی ہے اس کو تین راتوں سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرنا درست نہیں ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے۔(بخاری کتاب الطلاق)

امام محمد بن سیرین کہتے ہیں: ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا فوت ہوا تیسرے دن انہوں نے زرد رنگ منگا کر لگایا اور کہنے لگیں ہم کو کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا منع ہے سوائے شوہر کے۔(بخاری کتاب الجنائز)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث مذکور کو جس باب کے تحت بیان کیا ہے وہ یوں ہے:

باب احداد المرأة على غير زوجها شوہر کے علاوہ کسی اور میت پر عورت کا سوگ کرنا۔

غیر زوج: شوہر کے علاوہ کسی بھی میت کو شامل ہے خواہ میت محرمات میں سے ہو یا قرابت دار ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "على غير زوجها" کے تحت لکھتے ہیں "يعم كل ميت غير الزوج سواء كان قريبا او اجنبياً" (فتح الباری:۳/۱۸۸)

شوہر کے علاوہ عام میت اس حکم میں داخل ہے قریبی اور دور کے رشتہ دار پر سوگ کا اطلاق یکساں ہوگا۔

شوہر کے علاوہ کسی بھی میت پر عورت کا سوگ کرنا محض جائز ہے واجب نہیں وہ بھی تین دن کے اندر اسے سوگ ختم کر دینا چاہئے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان الاحداد علی الزوج واجب وعلی غیرہ جائز (زادالمعاد:۵/۶۱۸)
شوہر کی موت پر عورت کا سوگ منانا واجب ہے اس کے علاوہ دوسرے اموات پر محض جائز ہے۔

بیوہ عورت پر سوگ واجب ہے

عورت کو جب اپنے شوہر کی وفات کی خبر ملے تو وہ بلا تاخیر عدت اور سوگ شروع کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرا (البقرہ:۲۳۴) تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن عدت میں رکھیں۔

یہ عدت وفات ہر عورت کے لئے ہے مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ جوان ہو یا بوڑھی البتہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔

صحیح بخاری کے حوالے سے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا والی روایت گزر چکی ہے جس کے آخر میں مذکور ہے۔

شوہر کی وفات پر عورت کو چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا چاہئے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے جو روایتیں آئی ہیں ان سب کا مفہوم یہی ہے کہ "عورت کو اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن کا سوگ کرنا واجب ہے"۔

سوگ کی جگہ

عورت جس مکان یا منزل میں اپنے شوہر کے انتقال کے وقت مقیم تھی یا جہاں اسے اپنے

خاوند کی وفات کی خبر بصورت اقامت موصول ہوئی وہیں پر عدت کے ایام گزارے۔

حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ آپ سے اجازت لے کر اپنے خاندان بنی خدرہ میں چلی جاؤں کیونکہ میرا شوہر اپنے ان غلاموں کی تلاش میں گیا تھا جو بھاگ گئے تھے وہ مقام قدوم کے اطراف میں تھے کہ میرے شوہر نے ان کو جالیا مگر انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لینے کے لئے آئی تھی کہ مجھے اپنے اہل میں لوٹ جانے کی اجازت دیں کیونکہ اس نے مجھے اپنے مملوکہ مکان میں نہیں چھوڑا تھا اور نہ کوئی خرچ ہی بچا تھا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سن کر (پہلے تو) اجازت دے دی بس میں آپ کے پاس سے نکلی حتی کہ جب حجرے یا مسجد نبوی میں تھی آپ نے مجھے بلایا یا بلوایا اور فرمایا تو نے کیسے کہا ہے؟ تو میں نے اپنا قیس یعنی شوہر کا واقعہ دوبارہ دہرایا تو آپ نے فرمایا: اپنے شوہر کے مکان میں اقامت رکھ حتی کہ کتاب اللہ کی (بیان کی ہوئی) عدت پوری ہو جائے کہتی ہیں کہ پھر میں نے اسی مکان میں اپنی عدت پوری کی یعنی چار ماہ دس دن۔

پھر جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے میری طرف پیغام بھیجا اور مجھ سے اس مسئلہ کی تفصیل دریافت کی اور میں نے انہیں تفصیل بتائی چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ (ابوداؤد کتاب الطلاق)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ اسی مکان میں عدت پوری کرے گی جہاں وہ شوہر کے ساتھ مقیم تھی یا جہاں اسے خاوند کی وفات کی اطلاع موصول ہوئی ہو بغیر کسی شرعی عذر یا اضطراری صورت کے اس گھر سے منتقل ہونا جائز نہیں کسی مریض کی عیادت، قریبی رشتہ دار یا دوست وغیرہ سے ملاقات کے لئے نکلنا بھی درست نہیں اگر کسی اہم ضرورت کے تحت نکلنا پڑے تو رات اپنے مستقر پر ہی گزارے۔

ایام سوگ کی ممنوعہ اشیاء

عدت یا ایام سوگ میں عورت کے لئے بناؤ سنگار، میک اپ، خوشبو اور زیب وزینت کی تمام چیزیں حرام ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

"ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب ولا تکتحل ولا تمس طیبا الا اذا طهرت نبذة من قسط او اظفار "(بخاری کتاب الطلاق)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں:

المتوفی عنها زوجها لا تلبس المعصفر من الثیاب ولاالممشقة ولا الحلی ولا تختضب ولا تکتحل" (ابوداؤد کتاب الطلاق)

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ زرد رنگ اور گیروے رنگ کا کپڑا نہ پہنے زیور نہ پہنے خضاب نہ لگائے اور سرمہ نہ استعمال کرے۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے واضح ہے کہ:

۱- بیوہ عورت ایام سوگ میں کسی بھی قسم کی خوشبو نہ اپنے جسم پر لگائے گی نہ کپڑے پر اور اس کا اطلاق ہر ان اشیاء پر ہوگا جنہیں خوشبودار تصور کیا جاتا ہے۔

۲- زیب وزینت کی تمام چیزیں رنگین بھڑک دار کپڑے، خضاب اور مہدی اسی طرح میک اپ یعنی جسم کو رنگنے اور بناؤ سنگار کے تمام سامان کا استعمال حرام ہے۔

بعض لوگ ضرورتاً بغرض علاج سرمہ کی اجازت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عورت رات میں سرمہ لگائے گی اور دن میں اسے دھولے گی مگر جس حدیث سے یہ مسئلہ مستفاد ہے وہ ضعیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابوداؤد باب فیما تجتنب المعتدة فی عدتها ح ۲۳۰۵ جبکہ اس کے مقابل صحیح روایت موجود ہے کہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے اپنی والدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بیان

کرتے ہوئے سنا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اب اس کی آنکھ خراب ہے کیا ہم اس کو سرمہ لگا دیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں اس نے دو بار یا تین بار پوچھا آپ نے ہر بار فرمایا نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو صرف چار ماہ دس دن ہیں جب کہ جاہلیت میں عورت ایک سال گزرنے کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھی حمید نے کہا میں نے زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا مینگنی سے کیا مراد ہے تو انہوں نے بتایا کہ جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تھا تو وہ ایک چھوٹے سے گھروندے میں رہتی تھی بہت ہی خراب کپڑے پہن تھی اور خوشبو تو کیا کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاتی تھی (یعنی طہارت کے لئے) حتی کہ اس کیفیت میں سال گزر جاتا پھر کوئی جانور لایا جاتا گدھا، بکری یا کوئی اور پرندہ تو وہ اسے اپنی شرمگاہ کے ساتھ مس کرتی اور پھر اکثر ایسا ہوتا کہ وہ مر جاتی پھر وہ باہر نکلتی اور اسے مینگنی دی جاتی تو وہ اسے پھینکتی تھی اس کے بعد جو وہ چاہتی خوشبو وغیرہ استعمال کرتی۔

(ابوداؤد کتاب الطلاق)

۳- ہر طرح کے زیور کا استعمال بھی منع ہے کیونکہ یہ بھی زیب و زینت اور بناؤ سنگار کا ایک اہم جز ہے معمولی زیور یعنی انگوٹھی بھی وہ استعمال نہیں کرسکتی۔

مباح چیزیں

ایام سوگ میں بیوہ عورت کے لئے بہت سی چیزیں مباح ہیں لیکن لاعلمی یا جہالت کی وجہ سے کچھ عورتیں انہیں بھی اشیاء ممنوعہ میں شمار کرتی رہتی ہیں اس لئے مباح چیزوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

غسل کرنا۔ صاف ستھرا رہنا، بغل کے بال اکھیڑنا، غیر ضروری بالوں کو صاف کرنا۔ ناخن کاٹنا ہر پاکیزہ مباح چیز کا کھانا جیسے پھل، گوشت، مچھلی وغیرہ ہر طرح کے مباح مشروبات کا استعمال کرنا، گھریلو کام انجام دینا جیسے کڑھائی، سلائی دھلائی وغیرہ کھانا پکانا کچن کی ذمہ داری نبھانا، پردے کا خیال کرتے ہوئے گھریلو مسائل یا خانگی امور میں مردوں سے مشورہ اور گفتگو کرنا، سر پر

بیر کے پتوں کا لیپ کرنا یا غیر خوشبو دار صابن استعمال کرنا اور کنگھی کرنا، ڈاکٹر یا حکیم سے علاج معالجہ اور داوؤں کا استعمال کرنا، ایام حیض سے فراغت کے بعد دھونی وغیرہ کا استعمال کرنا، گھر کے اندر چلنا پھرنا زیریں یا بالائی حصے پر آنا جانا ٹیلیفون پر اہم ضرورت کے تحت بات چیت کرنا (دیگر عورتوں کی طرح اجنبی مردوں سے گفتگو نہیں کرنی چاہیئے) بغیر زیب وزینت اور خوشبو کے دن کے اوقات میں اپنی ڈیوٹی اور مصروفیات کو بحال کرنا جیسے طالبہ، معلمہ، نرس وغیرہ مگر رات سوگ کے مکان میں گزارنا۔

ایام سوگ میں حکم عدولی یا کوتاہی پر کیا حکم ہے؟

عورت پر اسی وقت سے عدت اور سوگ ضروری ہے جس وقت اسے شوہر کی وفات کا علم ہوا اور وہ اسے اپنے طور سے موخر نہیں کرسکتی اگر کسی وجہ سے وہ اسے موخر کر رہی ہے تو گنہگار ہوگی اور اسے اپنی اس کوتاہی پر کثرت سے توبہ واستغفار کرنی پڑے گی۔

بھول چوک یا عدم واقفیت کی وجہ سے اگر کوئی بیوہ عورت خوشبو استعمال کرلے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ تجاوز امتی الخطا والنسیان واما اسکترھوا علیہ

(التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان ۷۱۷۵)

اللہ تعالیٰ نے میری امت کی بھول چوک کو معاف کردیا ہے اور اس کو بھی جس پر وہ مجبور کردیئے جائیں۔

لیکن اگر خوشبو کا رنگ ظاہر ہو رہا ہو تو اسے دھو دینا ضروری ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو حالت احرام میں زرد رنگ کی خوشبو کے نشان کو دھونے کا حکم دیا تھا۔ (مسلم کتاب الحج)

عدم واقفیت یا سہو ونسیان کی وجہ سے عورت کو معذور سمجھا جائے گا مگر خوشبو کے نشانات کے زائل کرنے کا اسے حکم دیا جائے لیکن دانستہ طور پر عورت سے ایسا فعل سرزد ہو جائے تو اسے توبہ

واستغفار کی ضرورت ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ولها اذا مست الطیب لم یجب علیها فدیة ولم ینقص احدادها وقد اساء ت"

(کتاب الام ۵/۲۴۷) سوگ والی عورت اگر خوشبو لگالے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے اور اس کا سوگ بھی نہیں ٹوٹے گا البتہ اس نے غلط کیا۔

اس غلطی پر توبہ واستغفار اور ندامت کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوگ کی بدعتیں

مسلمانوں میں جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں بدعات کا عمل دخل ہے وہیں سوگ کے سلسلے میں بھی کچھ بدعات پائی جاتی ہیں جنہیں عبادت اور کارِثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے جبکہ شریعت اسلامیہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ زبان رسالت نے ایسے کاموں کو مردود قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد" (مسلم-الاقضیہ)

جس نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم وعمل موجود نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔

مختلف علاقوں میں پائی جانے والی بدعتیں درج ذیل ہیں۔

۱- ایام سوگ میں عورتوں کا سیاہ لباس پہننا ایک بدعت ہے کیونکہ شریعت نے سوگ کے لئے کوئی خاص رنگ کا کپڑا مقرر نہیں کیا ہے رنگ کوئی بھی ہو مگر وہ زینت والے لباس میں شامل نہ ہو اس طرح عمومیت کے اعتبار سے عورت سیاہ رنگ کا لباس پہن سکتی ہے مگر اسے سوگ کا لباس سمجھتے ہوئے پہننا حرام ہے۔

۲- ایام سوگ میں عورت کے چہرے پر چاند کی روشنی پڑنے سے سوگ کا باطل ہو جانا یہ خیال کرنا کہ چاند اسے ایک غیر محرم مرد کی طرح گھور کر دیکھتا ہے یہ سب جہالت کی باتیں ہیں بیوہ عورت کو چاند اور سورج سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

۳- ایک مخصوص جگہ پر اسے بالجبر بیٹھے رہنے کا حکم دینا گھر کے اوپر نیچے یا اطراف میں

نکلنے سے منع کرنا اور اسے سوگ کے منافی تصور کرنا یہ سب باتیں شریعت کے منافی ہیں۔

۴- عدت وفات والی عورت کا غروب آفتاب کے وقت کپڑے سے چہرہ لپیٹ لینا اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ جانا عشاء تک کسی سے بات چیت نہ کرنا۔ اسی طرح طلوع فجر کے وقت بھی سورج نکلنے تک اسی عمل کو دہرانا اور نمازوں کو بھی موخر کر دینا ایک خانہ ساز عمل ہے۔

۵- سوگ کے دنوں میں مردوں سے بالکلیہ بات چیت نہ کرنا اور اسے حرام سمجھنا درست نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت پردے کا لحاظ کرتے ہوئے بیوہ عورت بات چیت کر سکتی ہے ہاں باتوں میں لوچ اور بناوٹ وغیرہ کا انداز نہیں ہونا چاہئے یہی صورت ٹیلیفون سے گفتگو کی بھی ہے۔

۶- شوہر کی وفات پر کھانا پینا چھوڑ دینا سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا نوحہ و ماتم کرنا گریبان چاک کرنا چہرہ نوچنا یہ سب شیطانی وساوس ہیں شریعت میں اس کی سخت ممانعت ہے۔

۷- صبح وشام کچھ دیر کے لئے باآواز بلند شوہر کی یاد میں رونا اور اس کی خوبیاں بیان کرنا۔ خود رونا گھر والوں کو رلانا اور دوسری عورتوں کا رونے میں ساتھ دینا بھی ایک قبیح بدعت ہے۔

۸- میت کے تابوت کے نیچے سے عورت کو تین یا سات بار گزارنا اور یہ سمجھنا کہ اس طرح سے عدت ساقط ہو جاتی ہے اور عورت سوگ کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتی ہے ایک خطرناک بدعت اور باطل مردود عمل ہے۔

۹- عدت کے ایام کی تکمیل کے بعد جانور ذبح کرنا اور کھانے پینے نیز جشن کا ماحول پیدا کرنا بھی فضول خرچی اور بدعت ہے۔

۱۰- عدت اور سوگ ختم ہونے پر منہ اندھیرے (یعنی نماز فجر کے وقت) نقد روپے یا سامان خورد ونوش لے کے گھر سے نکلنا اور سب سے پہلے جس پر نظر پڑے اس پر صدقہ کر دینا بھی ایک علاقائی رسم اور قبیح بدعت ہے۔

میت کو فائدہ پہنچانے کے جائز طریقے

قرآن وحدیث میں میت کو فائدہ پہنچانے کے کئی طریقے موجود ہیں آدمی ان میں سے کسی بھی طریقے سے میت کو ثواب (فائدہ) پہنچا سکتا ہے جو یقیناً میت کو ملے گا چند طریقوں کی نشاندہی کی جارہی ہے۔

۱) میت کے لئے دعا کریں:

مسلمان میت پر نماز جنازہ پڑھنا دوسرے مسلمانوں کا حق ہے اور نماز جنازہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ میت کی بخشش کے لئے مفید ہے بشرطیکہ میت موحد ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعا (ابوداؤد کتاب الجنائز)

جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل سے اس کے لئے دعا مانگو۔

عام مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ فوت شدہ مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر:۱۰)

اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال اے ہمارے رب بیشک تو شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دعوۃ المرء المسلم لاخیه بظهر الغیب مستجابه عند راسه ملك موكل كلما دعا لاخیه بخیر قال الملك الموكل به آمین ولك بمثل

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا)

ایک مسلمان جب اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ ہر آدمی کے پاس ایک نگراں فرشتہ ہوتا ہے جب بھی آدمی اپنے بھائی کے حق میں دعا کرتا ہے تو نگراں فرشتہ آمین کہتا ہے مزید تجھے بھی ایسا ہی ملے۔

۲- قضا روزے رکھیں:

میت کے ذمہ اگر روزے ہوں تو میت کا قریبی رشتہ داران کی قضا رکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مرجائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

(بخاری کتاب الصوم مسلم کتاب الصیام)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اللہ کا قرض بطور اولیٰ ادا کرنا چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت سمندری سفر پر گئی تو اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے اسے نجات دے دی تو وہ ایک مہینہ روزے رکھے گی چنانچہ اللہ نے اسے نجات دے دی مگر اس نے روزے نہ رکھے حتی کہ مرگئی پس اس کی بیٹی یا بہن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے روزے رکھے۔

(ابوداود کتاب الایمان والنذر)

مذکورہ روایتوں میں آخر الذکر میں نذر کے روزوں کی قضاء کا تذکرہ ہے جب کہ پہلی دو حدیثوں میں روزے کی عمومیت سے علماء تمام روز مراد لیتے ہیں چاہے وہ نذر، رمضان یا کفارہ کے ہوں جس سے پتہ چلتا ہے کہ میت کے ورثاء کو میت کے روزوں کی قضا رکھنی چاہئے خواہ وہ فرض روزے ہوں یا نذر کے۔

مگر علماء کرام کی رائے یہ بھی ہے کہ میت کے ورثاء نذر کے روزوں کی قضاء کریں گے اور رمضان کے روزوں کی قضا نہیں کریں گے بلکہ ہر دن کے روزہ کے بدلہ میں فدیہ ادا کریں گے جس کا ذکر صحیح حدیثوں میں ملتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کی میری والدہ کے ذمہ رمضان کے روزے ہیں کیا میں اس کی قضا کروں تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ ایک دن کے روزہ کے بدلے نصف صاع صدقہ کرو۔ (اخرجہ الطحاوی ۱۴۲/۳، احکام الجنائز للالبانی ۲۱۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو جائے پھر اچھا نہ ہوا اور مر جائے تو اس کی طرف سے مسکینوں کو کھانا دیا جائے گا اور اس کے ذمہ قضا واجب نہ ہوگی اور اگر میت کے ذمہ نذر کے روزے تھے تو اس کا قریبی رشتہ دار قضا کے روزے رکھے گا۔ (ابوداؤد کتاب الصوم)

۴) فوت شدہ کا حج کریں:

میت کی طرف سے حج بھی کیا جاسکتا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبیلۂ جہنیہ کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر عرض کیا میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی اور اس کی موت واقع ہوگئی کیا میں اس کی طرف حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نعم، حجی عنها ارایت ان کان علی امك دین اکنت قاضیة اقضوا الله فالله احق الوفاء (بخاری کتاب جزاء الصید) ہاں تم اس کی طرف سے حج کر سکتی ہو تیرا کیا خیال ہے اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی اللہ کا قرض ادا کرو وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی نذر کو پورا کیا جائے۔

مرنے والے پر حج فرض تھا یا اس نے نذر مانی تھی یا وصیت کی تھی ان تمام صورتوں میں ورثاء کو چاہئے کہ میت کی طرف سے حج بدل کریں یا کرائیں اس طرح سے بغیر وصیت کے بھی میت کی طرف سے حج و عمرہ کیا جاسکتا ہے ان شاء اللہ (یعنی اس کا فائدہ ثواب) پہنچے گا۔

۴) میت کا قرض ادا کریں:

میت کے ذمہ اگر قرض ہے تو ورثاء کو اسے پہلے ادا کر دینی چاہیے بلکہ کوئی دوسرا شخص بھی میت کا قرض ادا کر کے اسے فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھی کا نماز جنازہ خود ہی پڑھ لو اس پر قرض ہے (لہٰذا میں نماز نہیں پڑھاؤں گا)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: قرض میرے ذمہ رہا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنا وعدہ وفا کرو گے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں پورا کروں گا تب آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (نسائی کتاب الجنائز)

۵) میت کی طرف سے صدقہ کریں:

میت کی طرف سے ورثاء حسب توفیق صدقہ وخیرات کرتے رہیں تو اس کا ثواب انہیں ملتا رہے گا مگر اس کے لئے کوئی خاص دن خاص گھڑی یا مہینہ مقرر نہ کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور پوچھا میری ماں یکا یک مرگئی اور وصیت نہ کر سکی اگر وہ بولتی تو صدقہ دیتی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو اس کو ثواب ملے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

(بخاری کتاب الجنائز)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا میرا باپ وصیت کے بغیر انتقال کر گیا اب میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے ثواب پہنچے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (مسلم کتاب الوصیہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میری ماں مرگئی اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو اس کو فائدہ پہنچے گا

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس نے کہا میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (ابوداؤد کتاب الوصایا)

۶) اولاد کا نیک عمل بھی والدین کے لئے کار ثواب ہے:

اولاد، انسان کی کوشش اور کمائی ہے اس لئے اولاد جو نیک عمل کرتی ہے والدین کو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ (النجم ۳۹) اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے کوشش کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پاکیزہ غذا آدمی کی اپنی کمائی ہے اور اس کی اولاد اس کی کمائی میں شامل ہے۔ (ابوداؤد کتاب الاجارہ)

مذکورہ آیت اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے پتہ چلتا ہے کہ والدین کو نیک بچے کے عمل سے فائدہ ہوتا رہتا ہے شرط یہ ہے کہ اس کا خاتمہ توحید پر ہوا ہو جیسا کہ ایک واقعہ اس سلسلے میں احادیث میں اس طرح موجود ہے۔

عاص بطن وائل السہمی نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے اس کے بیٹے عمرو نے باقی پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا اس نے سوچا پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر دریافت فرمایا کہ میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی ہشام نے اپنی طرف سے پچاس آزاد کر دیئے اب اس کے ذمہ پچاس باقی ہیں کیا میں اس کی طرف سے ادا کر دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ کرتے یا حج کرتے سب کا اجر اسے مل جاتا۔ (ابوداؤد کتاب الوصایا)

ایک دوسری روایت میں ہے: فلو كان اقربا بالتوحيد فصمت وتصدقت عنه نفعه ذالك (احمد الصحیحہ الالبانی ۴۸۴)

اگر وہ موحد ہوتا تو تمہارے روزے اور صدقہ سے اسے فائدہ پہنچتا۔

۷) مزید اعمال ثواب:

جو کوئی اچھا نفع بخش نیک کام چھوڑ جائے تو مرنے کے بعد بھی اسے اس کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو انسان مر جاتا ہے تو تین کاموں کے علاوہ اس کا نامۂ اعمال بند ہو جاتا ہے: ۱) صدقۂ جاریہ۔ ۲) ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ ۳) نیک اولاد جو اس (مرنے والے) کے حق میں دعا کرے۔ (مسلم کتاب الوصیۃ)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اس طرح ہے:

مومن آدمی کو مرنے کے بعد بھی اس کے نیک اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے: (۱) وہ علم جو اس نے لوگوں کو سکھایا اور علم کے نشر و اشاعت میں لگا رہا۔ (۲) نیک اولاد جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی۔ (۳) مسجد جو اس نے تعمیر کرائی۔ (۴) سرائے یا مسافر خانہ جو اس نے بنوایا۔ (۵) ہر نہر (کنواں پانی کے لئے پائپ لائن نل) جو اس نے جاری کروایا۔ (۶) وہ صدقہ جو اس نے اپنے مال سے اپنی زندگی میں بحالت صحت دیا۔ ان سب اعمال کا ثواب پس مرگ بھی ملتا رہتا ہے۔ (ابن خزیمہ ۲/۱۱۹۳)

۸) دعوت و تبلیغ:

اعلاء کلمۃ الحق کے لئے دعوت و تبلیغ بڑا مشکل اور صبر آزما کام ہے جو بقدر علم ہر مسلمان پر فرض ہے اور دعوت کا فائدہ داعی کو پس مرگ بھی ملتا رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اس کو ہدایت پر چلنے والوں کا ثواب ملے گا ثواب بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے اس کو گناہ پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور چلنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم کتاب العلم)

میت کو فائدہ پہنچانے کے غیر مشروع طریقے

میت کو ثواب پہنچانے کی چند مشروع اور مفید شکلیں بتادی گئی ہیں جو قرآن و حدیث سے

ثابت ہیں اور ہر وہ عمل جو کتاب وسنت سے ثابت ہے وہ لائق عمل اور باعث ثواب ہے اور جو قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے کسی بزرگ نے کسی معروف یا غیر معروف آدمی نے اسے رواج دیا ہے وہ محض ایک رواج ہے جس کا کرنے والا ثواب کے بجائے گناہ کر کے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی چلا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاء شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ (الشوریٰ:۲۱)

کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جو ان کے لئے ایسے دینی امور مشروع کرتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد (متفق علیہ)

جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ (چیز، عمل) مردود ہے۔

ذکر کردہ آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں دیا وہ دین نہیں ہے بلکہ دین میں اضافہ ہے اور اسی کا نام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔

میت کے ایصال ثواب کے لئے مسلمانوں میں بہت سی غیر شرعی رسومات پائی جاتی ہیں جس کی انجام دہی باعث ثواب نہیں بلکہ باعث وبال ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کی قباحت کو سمجھیں اور رسموں کو چھوڑ دیں جن کا تعلق قرآن وحدیث سے نہیں ہے چند رسومات کا تذکرہ درج ذیل ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حق قبول کرنے کی توفیق ارزانی بخشے۔

الفاتحہ کی رسم:

''الفاتحہ'' قرآن مجید کی ایک مکمل سورت ہے جس کے کئی نام ہیں اس کے فضائل بھی بہت ہیں اور یہ نماز کا ایک جز ہے امام، مقتدی، منفرد، مرد اور عورت ہر ایک کو ہر رکعت میں پڑھنا ضروری

ہے اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اس میں سات آیتیں ہیں اس کو سبع مثانی بھی کہتے ہیں۔

اس سورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ ابتدائی چار آیات میں اللہ کی تعریف اور بڑائی بیان کرتا ہے اور تین آیتوں میں اس سے التجا اور درخواست کرتا ہے کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا وہ راستہ جس پر چلنے والوں پر تو نے انعام کیا ہے گمراہ اور غضب کے شکار (یہود ونصاری) کے راستے پر چلنے سے بچنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ آمین

یہ زندوں کے لئے ہدایت اور اکسیر حیات ہے مگر مردوں کے لئے اس کا استعمال ''الفاتحہ'' کے نام سے بکثرت پایا جاتا ہے قبر پر، تدفین سے واپسی اور گھر پہنچنے پر، صبح وشام کے کھانے پر، ہفتہ واری اجتماع میں، شادی بیاہ میں، گھر کی تاسیس میں غرضیکہ جگہ جگہ الفاتحہ کی رسم رائج ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے محض ایک من گھڑت قصہ ہے جس کی وجہ سے الفاتحہ والی رسم کو مقبولیت اور شہرت ملی ہے۔

الفاتحہ کے جواز کے سلسلے میں ایک روایت "ھدایۃ الحرمین" کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے جب فوت ہوئے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ خشک کھجور اور دودھ جس میں جو کی روٹی تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے آپ نے اس پر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے تقسیم کر دو میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا۔

اس سلسلے میں ایک استفتاء مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی رحمہ اللہ کے پاس آیا سوال تھا کہ ہم نے ھدایۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ حضرت نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کے سوم (تیجہ) اور دسویں وبیسویں وچہلم وغیرہ میں چھوہارے پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا پس فی زمانا لوگ پھول، پان وغیرہ کرنے چہلم ودسویں وبیسویں میں مانع ہوتے ہیں، کیسا ہے؟

مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی صاحب نے جواب دیا:

ھوا لمصوب: یہ قصہ جو ھدایۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں۔ (واللہ اعلم) مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ ۲/۹۸)

الحاصل: مروجہ الفاتحہ ایک غیر مشروع عمل ہے قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو اس رسم سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔

مخصوص سورتوں کی تلاوت:

قبرستان اور میت کے گھر پہنچ کر کچھ مخصوص سورتوں کی تلاوت کرنے اور اس کا ثواب مردے کو بخشنے کا بھی ایک رواج مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اس سلسلے میں کچھ لوگوں کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی اپنی ایک کتاب میں رقمطراز ہیں: امام نووی نے اپنی کتاب اذکار میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد مروزی نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب تم لوگ قبرستان میں جاؤ تو سورۃ الفاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور قل ھو اللہ احد پڑھو اور اس کا ثواب مردوں کو بخشو مردوں کو ثواب ملے گا۔ امام احمدؒ کے علاوہ اور اہل علم نے بھی زیارت قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض اور سورتوں کو پڑھنے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشنے کو لکھا ہے مگر باوجود تلاش کثیر کے اس بارے میں کوئی حدیث صحیح مرفوع نظر سے نہیں گزری اور جو مرفوع حدیثیں اس باب میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

(کتاب الجنائز:۱۰۳)

مبارکپوری صاحب نے نمونۃً چار حدیثیں نقل کی ہیں جو سب کے سب ضعیف ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں ۱۰۳،۱۰۴)

قبرستان جا کر کیا پڑھیں اس سلسلے میں صحیح روایات موجود ہیں اس کتاب میں موجود زیارت قبور کی دعائیں ملاحظہ فرمائیں اور جو عمل قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس پر عمل کریں لوگوں کے اقوال کا نام دین نہیں ہے، دین وہ ہے جو قرآن مقدس اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

تیجہ، ساتا اور چہلم کی رسم:

میت کے گھر دفن کے بعد جمع ہونا اور صاحب خانہ کا کھلانے پلانے کا اہتمام کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے اڑوس پڑوس اور دوسرے رشتہ داروں کو چاہئے کہ میت کے گھر کھانا بھجوائیں اور جو مہمان دور دراز سے آئے ہیں ان کے بھی کھانے پینے کا انتظام کریں۔

لیکن میت کے گھر تیجہ، ساتا، چہلم وغیرہ کا جو اہتمام کیا جاتا ہے اور گھر والا زیر بار ہوتا ہے مگر محلے اور برادری کے کھانے کا انتظام کرتا ہے یہ سب بدعت ہے۔

رسول اللہ ﷺ، صحابہ و تابعین وغیرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے یہ بعد کے لوگوں نے کھانے، پینے کا ایک ڈھنگ نکالا ہے اور اسے مختلف مراحل میں تقسیم کر دیا ہے اور عوام الناس اسے کار ثواب سمجھ کر بڑی پابندی سے انجام دے رہے ہیں جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ہم صحابہ اہل میت کے گھر دفن کے بعد جمع ہونے اور کھانے کا اہتمام کرنے کو نوحہ میں شمار کرتے تھے۔ (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

مخصوص ایام یا مخصوص اوقات میں میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک سوال کا جواب سعودی فتویٰ کمیٹی نے اس طرح دیا:

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالح سے میت کے لئے کسی قسم کی محفل منعقد کرنا ہرگز ثابت نہیں، نہ وفات کے بعد، ساتویں اور چالیسویں دن اور نہ ایک سال بعد بلکہ یہ بدعت ہے اور ایک بری عادت ہے یہ قدیم مصریوں اور دیگر کافروں کی رسم ہے، لہٰذا اللہ کی بارگاہ میں توبہ کر کے ان بدعات اور کفار کی مشابہت سے اجتناب کریں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لاشريك له وجعل رزقي تحت ظل رمحي وجعل الذلة والصغار على من خالف امري ومن تشبه بقوم فهو منهم (مسند احمد ۲/۵۰)

مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے حتی کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کے لئے ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی میں سے ہے۔

(فتاویٰ اسلامیہ ۸۹/۲)

میت کے حق میں صدقہ وخیرات حسب توفیق آدمی کبھی بھی کرتا رہے مگر مخصوص ایام یا اوقات کی پابندی دیگر اقوام کی مشابہت ہے جیسا کہ مشہور مورخ البیرونی متوفی ۳۰۳ نے لکھا ہے اور کتاب الہند اور تحفۃ الہند وغیرہ میں اس کی تفصیلات ہیں لہٰذا مسلمانوں سے گزارش ہے کہ تیجہ، ساتا، دہم، چہلم وغیرہ نام سے جو رسمیں چل رہی ہیں انہیں چھوڑ دیں اور سنت کی پیروی کریں۔

اوراد و وظائف کے مخصوص طریقے:

میت کی تدفین کے بعد اسے ثواب پہنچانے کی غرض سے رات میں یا تیسرے دن اور ہر جمعرات کو اکٹھا ہونا مردے کا احوال پڑھنا یا لا الہ الا اللہ کا ورد کرنا (یعنی تہلیل پڑھنا) درود تاج، درود ماہی، درود لکھی، درود دو ہزارہ وغیرہ فرداً فرداً یا بیک آواز پڑھنا تسبیح کے دانوں، چنوں، منکوں، یا گٹھلیوں وغیرہ پر مخصوص تعداد میں ان وظائف و اوراد کو پڑھنا پڑھوانا سب صریح بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور خیر القرآن سے ان رسومات کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی میت کو اس قسم کی خرافات کا ثواب پہنچتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو ان واہیات اور لایعنی رسموں سے گریز کرنا چاہئے اور میت کے حق میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنی چاہئے ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنی چاہئے اور اس حدیث کو یاد رکھنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد (متفق علیہ)

جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ (چیز، عمل) مردود ہے۔

جمعرات کا خصوصی اہتمام:

میت کے گھر جمعرات کو جمع ہونا خورد و نوش کا اہتمام کرنا اس پر الفاتحہ پکارنا اور پھر کھا پی کر

فارغ ہو کر بیٹھنا قرآن وغیرہ پڑھنا پڑھوانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ میت کی روح ہر جمعرات کو حاضر ہوتی ہے گھر کا طواف کرتی ہے اور ایک ایک چیز کا جائزہ لیتی ہے کھانے پینے کا سامان ڈھونڈھتی ہے کچھ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتی ہے ورنہ مایوس اور ناراض ہو کر چلی جاتی ہے یہ عقیدہ شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے اس سلسلے میں ایک مشہور حدیث ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اس رسم کا آغاز ہوا ہوگا لیکن حدیث بے اصل اور ناقابل اعتبار ہے۔

مومنین کی روحیں جمعہ کی شب، عیدین اور شب برأت کو چھوٹتی ہے اور پہلے اپنے قبروں کو اور پھر اپنے گھروں کو آتی ہے پھر نرم آواز سے اپنے اقرباء کو پکارتی ہیں کہ ہمارے واسطے کچھ صدقہ وخیرات کرو۔ پس اگر وہ کچھ صدقات وخیرات کرتے ہیں تو دعا دے جاتی ہیں ورنہ ناخوش ہو کر چلی جاتی ہیں۔

صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ (مذکورہ) حدیث بالکل بے اصل ہے ہرگز اعتبار کے قابل نہیں۔ (کتاب الجنائز ص ۱۰۹)

قرآن خوانی کی رسم:

قبرستان میں قرآن پڑھنا یا مردوں کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قرآن خوانی کی مجلسیں منعقد کرنا بدعت ہے جمہور سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے۔

ناصر الحدیث امام شافعی رحمہ اللہ کی جانب سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے میت کی قبر کے پاس تلاوت کو شروع اور ختم قرآن کو افضل قرار دیا ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ المتوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے: قال الشافعی رحمه الله ويستحب ان يقرء شئى من القرآن وان ختموا القرآن عنده كان حسنا (ریاض الصالحین کتاب عیادۃ المریض)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مستحب ہے کہ اس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ پڑھا جائے اور اگر سارا قرآن ہی وہاں ختم کریں تو اچھا ہے۔

شارح ریاض الصالحین فضیلۃ الشیخ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت ہی مشکوک ہے اسی لئے کہ فتح الباری، تفسیر ابن کثیر اور دیگر کتب میں امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ مسلک بیان ہوا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی جائز نہیں۔

ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ "وان لیس الانسان الا ماسعی" کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن هذه الآية الكريمه استنبط الشافعي رحمه الله ومن اتبعه ان القرأة لايصل اهداء ثوابها الى الموتى لانه ليس من عملهم ولا كسبهم وهذا لم يندب اليه رسول الله ﷺ امته ولا حثهم عليه ولا ارشدهم اليه بنص ولا ايماء ولم ينقل ذالك احد من الصحابة رضى الله عنهم ولوكان خيرا لسبقونا اليه (تفسیر القرآن العظیم ۴/۳۲۸)

امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا اس لئے کہ نہ تو یہ ان کا عمل ہے نہ کسب، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی نہ انہیں اس پر آمادہ کیا نہ کسی صریح فرمان کے ذریعہ نہ کسی اشارے کنائے سے، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی ایک سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کے لئے بھیجا ہو اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ضرور اختیار کیا ہوتا وہ ہم سے کہیں زیادہ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی جانب منسوب مندرجہ بالا دو متضاد اقوال سے لوگ غلط فہمی کے شکار ہو جاتے ہیں مگر اصول یہ ہے کہ ان اقوال کو کتاب وسنت پر پیش کیا جائے اور کتاب وسنت سے جس قول کی تائید ہو اسے قبول کر لیا جائے۔

قرآن خوانی کی تائید میں کوئی بھی صریح مرفوع حدیث نہیں ہے بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے اور بدعت ہے شیخ احمد بن حجر قاضی محکمہ شرعیہ قطر لکھتے ہیں: میت کو صرف دعا اور صدقہ سے فائدہ پہنچتا

ہے لیکن لوگوں نے وسعت سے کام لیتے ہوئے ایسی باتیں ایجاد کرلیں جن کے لئے اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی ہے مردوں کے لئے قرآن خوانی کا مسئلہ نام نہاد پڑھے لکھے لوگوں اور کاہل وکسل مند لوگوں کے واسطے کھانے پینے کا ذریعہ اور وسیلہ بن گیا ہے اور سارے مقامات پر دیکھو گے کہ لوگ محفلیں رچا کر خیمے لگا کر قاریوں کو بلا کر گاتے ہوئے قرآن خوانی کر کے رتجگا اور شب بیداری کئی کئی راتوں تک کیا کرتے ہیں اور غم رسیدہ لوگ یعنی میت کے متعلقین سے ہر گھنٹہ کے حساب سے مخصوص معاوضہ وصول کرتے ہیں چنانچہ قرآن مجید کو انہوں نے تجارت کا ذریعہ بنالیا ہے یہ لوگ نہ قرآن کا احترام کرتے ہیں نہ سنت مطہرہ کا اور لوگوں کی عقلوں اور عقائد کے ساتھ کھیل تماشہ کرتے ہیں۔

ایک طرف یہ لوگ انسانوں کے عقائد بگاڑتے ہیں دوسری طرف ان کے مال اور پیسے کھاتے ہیں اور تیسری طرف میت کی آل واولاد اور متعلقین کو کنگال وفقیر بنادیتے ہیں بسا اوقات میت کے ورثاء ان شیطانی کاموں کے کرنے کے طفیل میں مقروض ہوجاتے ہیں۔

یہ سارے اعمال محبت قرآن، ایصال ثواب، میت کے حقوق کی ادائیگی کے قالب میں ڈھال لئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان اعمال کی کوئی اصل کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ (بدعت اوران کا پوسٹ مارٹم ص ۶۷۸)

برسی کا اہتمام:

عجیب معاملہ ہے کہ مسلمانوں نے دین سے دوری اور جہالت کی وجہ سے میت کے سلسلے میں عجیب عجیب رسمیں ایجاد کررکھی ہیں جن سے وہ زیربار بھی ہوتے ہیں اور گنہگار بھی۔

ثواب رسانی کی جو شکلیں کتاب وسنت سے ثابت ہیں ان سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنے طور سے یا دوسری قوموں کی نقالی کرتے ہوئے روزآنہ کا ختم، قل کا اہدا، جمعرات کا پکوان، تیجہ، ساتا، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ کا اہتمام ضرور کرتا ہے اور پھر رہی سہی جو کسر ہوتی ہے وہ برسی کے نام سے پوری کردی جاتی ہے جب میت کو ایک برس ہوجاتے ہیں تو پوزیشن اور مالی

حالت کے اعتبار سے برسی کے نام سے چھوٹی یا بڑی دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور کھلا پلا کر اب گویا گھر کو پاک کر لیا جاتا ہے اور میت کی وجہ سے زیر بار ہونے کی بے جا ضرورت سے گھر والے کو فرصت مل جاتی ہے۔

مولانا صفدر خان فرماتے ہیں ممکن ہے یہ رسم مسلمانوں نے ہندوؤں سے حاصل کی ہو جس طرح مشہور مورخ البیرونی المتوفی ۴۰۳ھ نے لکھی ہے۔

''ہندوؤں کے نزدیک وارثین پر مردوں کے جو حقوق ہوتے ہیں وہ یہ ہیں دعوت کھلانا، یعنی انتقال کے دن، گیارہویں اور پندرہویں تاریخ کو کھانا کھلانا اور اس کے لئے ہر ماہ کی چھ تاریخ کو کھانا کھلانا بہتر ہے اس طرح سال کے آخر میں دعوت کھلانا ضروری ہے۔

(پختہ مزارات اور اسلام ص ۴۷ بحوالہ راہ سنت ۳۸۵)

میرے اسلامی بھائیو! اسلام میں ایصال ثواب کے لئے کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے چہلم اور برسی وغیرہ محض غیروں کی نقالی ہے اس سے توبہ کرو۔

شب برأت مردوں کی عید:

شب برأت کا تہوار بہت مشہور ہے جسے ''مردوں کی عید'' بھی کہا جاتا ہے قسم قسم کے حلوے اور مختلف پکوان بنائے جاتے ہیں اور ان پر 'الفاتحہ' کی مہر ثبت کی جاتی ہے اور یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ آج کی رات تمام مردوں کی روحیں برزخی قید سے نکل کر آئیں گی اپنے گھروں کا طواف کریں گی کھانے پینے کی چیزیں تلاش کریں گی اور مختلف پکوانوں سے لطف اندوز ہوں گی پھر خوش خوش واپس جائیں گی اور اگر خاطر خواہ ان کی ضیافت نہ ہو سکی تو مایوس اور ناراض ہو کر بلکہ بد دعا دے کر واپس چلی جائیں گی۔

مسلمانوں میں یہ جاہلی عقیدہ جڑ پکڑ چکا ہے اس لئے شب برأت میں قبرستان کو چراغاں کیا جاتا ہے جشن کا سماں ہوتا ہے اور سال میں ایک بار قبر کی زیارت کا سنہرا موقع ملتا ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے قبر کی زیارت، فاتحہ خوانی اور مختلف پکوانوں سے مردوں کو خوش کر دیا

اوران کی مغفرت کا سامان بھی فراہم کر دیا مگر یہ محض خوش خیالی ہے قرآن وسنت سے ان رسومات کا دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ یہ غیروں کے رسومات سے ملتی جلتی رسم ہے ایک نومسلم عالم عبیداللہ سندھی (جو ایک پنڈت گھرانے سے تعلق رکھتے تھے) ہندوؤں کے رسومات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اوران کے اصول کے حساب سے ایک دن "اسوج" [1] مہینے کا ابتدائی نصف میں ہر سال بزرگوں کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے اسی طرح جس تاریخ کو کوئی مرجاتا ہے اسی یوم وفات میں ان کو نیکی پہنچانا ہوگا مردہ کو ثواب پہنچانے کا نام وہ لوگ "شرادہ" رکھتے ہیں جب شرادہ کا کھانا تیار ہوجاتا ہے تو وہ ایک پنڈت کو بلا کر وید کے کچھ منتر پڑھواتے ہیں۔ پنڈت جب اس میں وید کا منتر پڑھ کر دم کر دیتا ہے تو اس کھانے کا خاص نام رکھا جاتا ہے اس طرح ان لوگوں کے بہت سارے خاص دن ہیں۔ (پختہ مزارات اور اسلام ص ۷۵ بحوالہ تحفۃ الہند ۹۱ راہ بنت ۳۸۶)

ضرورت ہے کہ ہر مسلمان گہرائی سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تا کہ غلط رسومات اور باطل عقائد سے اپنے آپ کو دور کر سکیں اور فلاح دارین سے ہمکنار ہوں۔

قبروں کی زیارت

آخرت کی یاددہانی اور عبرت پذیری کے لئے قبروں کی زیارت ایک مسنون عمل ہے اس لئے گاہے گاہے قبرستان جا کر انسانی زندگی کی بے ثباتی کا کربناک منظر ضرور دیکھنا چاہئے تا کہ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو اور دل ودماغ میں موت اور آخرت کی یاد تازہ ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا لیکن اب زیارت قبور کر سکتے ہو کہ اس میں سامان عبرت

(۱) بکرمی سال کا چھٹا مہینہ وسط ستمبر تا وسط اکتوبر "اسوج" کہلاتا ہے اور اسوج کے مہینے میں مردوں کے نام پر برہمنوں کو پوری کچوری کھلانا "شرادہ" کہلاتا ہے۔ دیکھئے (فیروز اللغات کلاں)

ہے اور ہاں زیارت قبور کے وقت اپنے رب کو ناراض کرنے والی کوئی بات زبان سے نہ نکالنا۔ (احمد وحاکم، احکام الجنائز للالبانی ۱۷۹)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں نے تمہیں قبرستان جانے سے منع کیا تھا اب مجھے اپنی والدہ کی قبر پر جانے کی اجازت مل گئی ہے لہٰذا تم بھی زیارت کر سکتے ہو اس سے آخرت یاد آتی ہے۔ (ترمذی کتاب الجنائز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

مذکورہ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ زیارت قبور ایک مسنون عمل ہے اور اسے سنت کے دائرے ہی تک محدود رکھے زیارت کے موقع پر کوئی ایسا کام نہ کرے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو مثلاً قبروں کو چومنا، سجدہ یا طواف کرنا، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوانا، ان سے فریاد رسی کرنا، مدد طلب کرنا، دعا کی درخواست کرنا یا زیارت کے لئے کوئی خاص دن مقرر کر لینا وغیرہ وغیرہ۔

کیا عورتوں کے لئے زیارت قبور جائز ہے؟

حدیث کے الفاظ "فــزوروهــا" کے حکم میں مرد اور عورت دونوں داخل ہیں اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک روز قبرستان سے تشریف لائیں، میں نے پوچھا ام المومنین! کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر سے۔ میں نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا تھا؟ بولیں: ہاں۔ لیکن بعد میں جانے کا حکم بھی دیا تھا۔ (مستدرک حاکم: ۱/۳۷۶)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں (قبرستان جاؤں تو) ان کے لئے کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہو السلام علی اهل الدیار...... (مسلم کتاب الجنائز)

لیکن عورتوں کو قبرستان کی زیارت کے لئے بکثرت جانا جائز نہیں کیونکہ عورتیں کمزور دل کی ہوتی ہیں اور خلاف شریعت اعمال کرنے رونے دھونے اور چیخ و پکار سے وہ بمشکل باز آتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو قبر پر روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ (بخاری کتاب الجنائز)

رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو تقویٰ اور صبر کی نصیحت فرمائی لیکن قبر پر آنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ عورتوں کو بھی آخرت کی یاد دہانی اور عبرت پذیری کی ضرورت ہے ہاں کثرت سے زیارت کی ممانعت ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ان رسول اللہ ﷺ لعن زوارات القبور (ترمذی کتاب الجنائز)

رسول اللہ ﷺ نے بکثرت قبرستان جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ان روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ عورت بھی زیارت کے لئے قبرستان جا سکتی ہے مگر کثرت سے قبرستان جانے کی ممانعت ہے جو عورت کی کمزور طبیعت کے عین مطابق ہے۔

زیارت قبور کی دعائیں:

مسلم قبرستان سے جب کسی مسلمان کا گزر ہو یا کوئی مسلمان قبرستان میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ مسنون طریقہ اپنائے جو نبی ﷺ سے ثابت ہو۔ چند دعائیں درج ذیل ہیں:

۱- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ دعا سکھلائی:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ." (مسلم کتاب الجنائز)

تم پر سلامتی ہو اے مومن اور مسلم قبر والو! اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آخر رات نبی ﷺ بقیع کی طرف نکلے تھے

تو کہتے تھے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَاتُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجِّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ" (مسلم کتاب الجنائز)

تم پر سلامتی ہو اے مومن گھر والو! اور آچکا تمہارے پاس جس کا تم سے وعدہ تھا کہ کل پاؤ گے ایک مدت کے بعد اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں اے اللہ بقیع الغرقد والوں کو بخش دے۔

۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے سوال پر نبی ﷺ نے مجھے زیارت قبور کے لئے یہ دعا سکھلائی:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ"

(مسلم کتاب الجنائز)

سلامتی ہو مومن اور مسلمان گھر والوں پر اللہ تعالیٰ اگلوں اور پچھلوں پر رحمت کرے اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔

یہ زیارت قبور کی دعائیں ہیں اس کے علاوہ آدمی اپنے طور سے اپنی زبان میں بھی اہل قبر کی مغفرت کی دعا کر سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے انفرادی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ (مسند احمد ح ۲۵۱۱۹)

غیر مسلموں کی قبروں کے زیارت:

انسانی زندگی کی بے ثباتی اور عبرت پذیری کا سامان تو ہر قبرستان میں موجود ہے خواہ وہ مسلمانوں کا قبرستان ہو یا غیر مسلموں کا اور عبرت پذیری کے لئے غیر مسلموں کی قبروں کی زیارت بھی کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے خود بھی روئے اور اپنے ساتھ والوں کو بھی رلایا پھر فرمایا:

میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے حق میں استغفار کی اجازت چاہی لیکن نہ ملی پھر زیارت قبر کی اجازت چاہی تو مل گئی پس قبروں کی زیارت کیا کرو یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔

(مسلم کتاب الجنائز)

کفار و مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (التوبہ ۱۱۳)

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

اس لئے جب کافر کی قبر سے گزریں تو اسے سلام نہ کریں نہ ہی دعائے خیر کریں بلکہ اسے آگ کی خبر دیں۔

حضرت سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا وہ ایسا تھا وہ ایسا تھا اب وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''آگ'' میں۔ اعرابی کو یہ بات ناگواری گزری وہ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے والد کہاں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے آگ کی بشارت دو۔

بعد میں اعرابی مسلمان ہو گیا تو کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سخت مشکل میں ڈال دیا ہے میں جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرتا ہوں تو اسے آگ کی بشارت دیتا ہوں۔

قبرستان میں حرام اور ناجائز کاموں کی تفصیل

قبر کی زیارت اور اس سے عبرت پذیری کا حکم بیان کیا جا چکا ضروری ہے کہ ہر مسلمان ہوش میں رہے کہ وقت زیارت قبر پر کوئی ایسا کام نہ سر انجام دینے لگے جو مزاج شریعت سے ہم آہنگ

نہ ہو رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور ایک ایک چیز کو واضح فرما دیا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی مسلمانیت کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے۔

قبرستان میں تلاوت قرآن کی ممانعت:

قبرستان میں زیارت کے موقع پر تلاوت قرآن کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ شریعت میں قرآن نہ پڑھنے کا صریح ذکر موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اس لئے کہ جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ (مسلم کتاب صلاۃ المسافرین)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ قبرستان، تلاوت قرآن کی جگہ نہیں ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے رغبت دلائی کہ اپنے گھروں میں قرآن پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ جہاں قرآن نہیں پڑھا جاسکتا۔

زیارت قبر کے وقت قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنے کے بارے میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد مروزی نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو سورۃ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور قل ھو اللہ احد پڑھو اور اس کا ثواب مردوں کو بخشو مردوں کو اس کا ثواب ملے گا۔ امام احمد کے علاوہ بعض اور اہل علم نے بھی زیارت قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض دیگر سورتوں کو پڑھنے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشنے کو لکھا ہے مگر باوجود تلاش بسیار کے اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع صحیح میری نظر سے نہیں گزری اور جو مرفوع حدیثیں اس باب میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ (کتاب الجنائز: ۱۰۳)

مذکورہ قول امام احمدؒ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جب کہ امام احمد بن حنبلؒ سے قبر کے پاس

قرآن پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ اپنی احکام الجنائز نامی مشہور کتاب میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد نے اپنی کتاب (مسائل ۱۵۸) میں نقل کیا ہے:

سمعت احمد سئل عن القراۃ عند القبر، فقال، لا (۲۴۲) میں نے امام احمدؒ سے سنا ان سے قبر کے پاس قرآن پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا جائز نہیں۔

مختصر یہ کہ قبر پر قبرستان میں تلاوت قرآن کی ممانعت ہے اور جواز کے سلسلے میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ یا حد درجہ ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔

قبرستان میں نماز کی ممانعت:

قبرستان اور حدود قبرستان میں نماز کی ممانعت کے سلسلے میں بہت سی صحیح اور صریح حدیثیں موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور کچھ نمازیں (نفل) گھر میں پڑھا کرو۔ (مسلم کتاب صلاۃ المسافرین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ (بزار بحوالہ احکام الجنائز ۲۱۱، صحیح ابن حبان ۲۳۱۳، ۱۴۹۶)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبرستان اور حمام کے علاوہ ہر جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ہی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (مسلم کتاب الجنائز)

قبروں پر عمارت سازی کی ممانعت:

قبروں پر کسی طرح کی کوئی تعمیر جائز نہیں اس سلسلے میں بڑی واضح تعلیمات موجود ہیں مگر افسوس مسلمانوں نے شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے گاؤں گاؤں میں قبروں پر عمارتیں بنا رکھی

ہیں اور یہود ونصاریٰ کی پیروی کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر مجاور بن کر بیٹھنے اور اس پر عمارت سازی کرنے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم کتاب الجنائز)

اس طرح واضح اور صاف صاف ممانعت کے ہوتے ہوئے کسی طرح کی کوئی تاویل لائق اعتبار نہیں ہے تمام مسالک کے معتبر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں قبر پر ہر طرح کی تعمیر کو حرام لکھا ہے خواہ وہ مسجد ہو یا عام عمارت۔

قبروں کو عبادت گاہ بنانے کی ممانعت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں یہ بات ارشاد فرمائی: یہود ونصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

(بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وفات کی علامتیں ظاہر ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ شدت تکلیف سے اپنی چادر کبھی چہرۂ مبارک پر ڈالتے کبھی چہرۂ مبارک سے ہٹاتے اور (اس حالت میں) نبی ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کے کردار سے خبردار کر رہے تھے۔(بخاری ومسلم)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ روز قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں تم میں سے کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے اور اگر میں امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔

لوگو! غور سے سنو! تم میں سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا کرتے تھے۔ خبردار! میں تمہیں قبروں کو مسجد بنانے سے منع کرتا ہوں۔(مسلم کتاب الصلوٰۃ)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ کی بعض ازواج نے ماریہ نامی گرجے کا تذکرہ کیا۔ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما حبشہ تشریف لے گئی تھیں انہوں نے اس کی خوبصورتی اور تصویروں کا ذکر کیا جو اس گرجا میں تھیں۔ آپ ﷺ نے سر اٹھا کر فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے ہیں پھر اسی کی تصویریں بناتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

(بخاری، کتاب الجنائز)

اس باب میں بہت سی حدیثیں ہیں جن میں قبر کو مسجد اور عبادت گاہ بنانے کی سخت ممانعت وارد ہے۔

عرس اور میلہ لگانے کی ممانعت:

قبروں پر عرس (برسی) کا اہتمام کرنا میلہ لگانا اور وہاں کسی طرح کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری قبر پر میلہ نہ لگانا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالینا تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ تمہارے درود مجھے پہنچ جاتے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب المناسک)

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو عرس اور میلہ لگانے سے صراحتاً منع فرمادیا اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی فرمائی جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت کی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ (مسند احمد ۷۳۵۲)

نبی ﷺ نے اپنی امت کو جس خرافات سے منع فرمایا تھا افسوس کہ امت اس خرافات میں ملوث ہوچکی ہے جگہ جگہ، قریہ قریہ، بستی بستی قبروں پر پختہ عمارات، قبے، گنبد اور مزارات وغیرہ بنا کر اور اس پر عرس اور میلہ لگا کر یہ امت خود اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات سے منحرف نظر آرہی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء۔

ثواب کی غرض سے مزارات کا سفر:

کتنا بڑا المیہ ہے کہ آج مسلمانوں کا ایک طبقہ سفر حج کی طرح مزارات کا سفر کرتا ہے اور اسی کو باعث ثواب ونجات سمجھتا ہے۔ اجمیر، کچھوچھہ، گلبرکہ، بغداد وغیرہ کی درگاہوں پر حاضری کو اپنے لئے سعادت مندی کی بات سمجھتا ہے جبکہ اس میں نبی ﷺ کی تعلیمات سے انحراف پایا جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

تین مسجدوں کے سوا کسی کے لئے بھی بغرض ثواب سفر نہ کیا جائے۔ مسجد حرام۔ مسجد رسول اور مسجد اقصیٰ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا جب کہ وہ کہیں سے تشریف لا رہے تھے میں نے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو؟ کہنے لگے کوہ طور سے واپس آرہا ہوں وہاں نماز ادا کی تھی۔ ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگر آپ سے پہلے ملاقات ہو جاتی تو آپ نہ جاتے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: تین مسجدوں کے سوا کہیں بھی (بغرض ثواب) سفر کر کے نہ جاؤ۔ مسجد حرام۔ میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ (مسند احمد)

قبروں پر شاخیں گاڑنا یا پودے لگانا:

بہت سے لوگ قبروں پر گلاب، تلسی، مونگرا، بیلا اور لالہ وغیرہ لگاتے ہیں کچھ لوگ اسے صرف رسماً انجام دیتے ہیں پرانی قبروں سے شاخیں توڑ کر نئی قبروں پر لگا دیتے ہیں۔

کچھ افراد اسے عقیدتاً لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک وہ شاخیں سرسبز رہیں گی صاحب قبر کو فائدہ دیتی رہیں گی اور ان کی تسبیح وتہلیل سے مردے کے عذاب قبر میں تخفیف کر دی جائے گی اور دلیل میں حدیث رسول اللہ ﷺ بھی پیش کرتے ہیں جو اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے

گزر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی ایسے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے جن سے ان کا (دنیا میں) بچنا مشکل اور دشوار تھا۔ ان میں سے ایک پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا غیبت کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک تر و تازہ ٹہنی لی اور اسے دو حصوں میں کاٹ کر ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہوسکتا ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں اللہ تعالیٰ ان سے عذاب میں تخفیف کر دے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

اس حدیث سے کچھ لوگوں نے دھوکہ کھایا اور قبروں پر سبز شاخین اور مختلف پودے لگانے لگے تا کہ صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف ہو سکے لیکن یہ ایک خاص واقعہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے عموم کا حکم نہیں سمجھا نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبروں پر شاخیں لگائیں جو نبی ﷺ کی اتباع کرنے میں پیش پیش رہتے تھے، ہاں ایک صحابی کی وصیت ملتی ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز باب الجریدة علی القبر کے تحت معلقاً روایت کیا ہے اس سلسلے میں ایک بات تو یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی موافقت نہیں کی ہے دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے جو وصیت کی تھی اسے ان کا اجتہاد سمجھا جائے گا اور مجتہد کے اجتہاد میں خطا و صواب کا احتمال باقی رہتا ہے پھر بھی مجتہد ماجور ہوتا ہے۔

دلائل کی روشنی میں یقیناً وہ لوگ حق وصواب پر ہیں جنہوں نے قبر پر شاخیں رکھنے یا گاڑنے کے واقعہ کو نبی ﷺ کا خاصہ مانا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے لئے قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا یا لگانا نیز گلاب، تلسی، مونگرا وغیرہ کے پودے لگانا اور اسے باعث تخفیف عذاب سمجھنا جائز اور درست نہیں ہے۔

قبروں کو ٹھنڈا کرنا:

مسلمانوں میں ایک رواج یہ بھی پایا جاتا ہے کہ میت کی تدفین کے تیسرے دن کچھ خویش

وا قارب جمع ہو کر قبرستان جاتے ہیں وہاں جا کر قبر کی منتشر مٹیاں درست کرتے ہیں اشیاء خورد ونوش بھی ساتھ لے جاتے ہیں جن پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اسے شوق سے کھاتے اور کھلاتے ہیں پھر ایک مٹکا یا بالٹی بھر پانی قبر پر ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے عمل سے قبر کو ٹھنڈا کر دیا اور ہمارے اس عمل سے صاحب قبر کو سکون وطمانیت حاصل ہوگئی اس سلسلے میں دو باتیں توجہ طلب ہیں۔

پہلی بات:

مردوں کے لئے فاتحہ خوانی کے بارے میں سنت سے کوئی دلیل نہیں ہے اسے دنیا دار پیٹ اور پلیٹ کے رسیا علمائے سوء نے ایجاد کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر جنہوں نے دین میں کچھ چیزوں کو ایجاد کر لیا ہے ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰه﴾ (الشوری:۲۱)

کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے ہیں) جنہوں نے ایسے (احکام) دینی مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد (مسلم الاقضیہ)

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔

دوسری بات:

قبر کی گرمی یا عذاب کو انسان کا اپنا عمل ہی ٹھنڈا کر سکتا ہے اس کے اعزہ واقارب یا عام مومنین کی دعاؤں سے بھی اسے سکون وعافیت متوقع ہے مگر قبر پر کسی خارجی عمل سے صاحب قبر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ (امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ کھڑا ہوا دیکھا تو کہا اے غلام! اسے دور

کردے اور اکھاڑ دے۔ "**فانما یظله عمله** "کہ اس کو تو صرف اس کا عمل ہی سایہ کرسکتا ہے۔
(بخاری کتاب الجنائز)

یعنی قبر کے اوپر سایہ کر کے یا پانی وغیرہ ڈال کر قبر کے عذاب کو ٹھنڈا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک جاہلانہ رسم ہے۔ اللہ مسلمانوں کو اس رسم بد سے بچائے۔ آمین

تمت بالخیر

طالب خیر واصلاح

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

۳۰ / اگست ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۹ / رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بروز منگل صبح بعد نماز فجر